شیعہ کی طرف سے حضرت
آدم علیہ السلام کی توہین
(ایک صحیح روایت)

# اصول الکفر ۳

تحریر و تحقیق
ممتاز قریشی

تحریر و تحقیق:سید ابوھشام نجفی

ترتیب : علی ناصر

نشر و اشاعت : تحفظ عقائد تشیع

# شیعہ کی طرف سے علمی رد کی اصل حقیقت

بسم الله الرحمن الرحيم الحمد لله رب العالمين، والصلاة والسلام على خير خلقه وأفضل بريته محمد وعترته الطاهرين، واللعن الدائم على أعدائهم أجمعين إلى يوم الدين-

شیعہ یہودیوں کی طرح اپنے تمام مخالفین کو ناصبی کہہ کر دل کی بھڑاس نکالتے ہیں۔

"کافی" کی ایک حدیث پر احمق ناصبیوں کے اشکال کا رد

تحریرو تحقیق : سید ابو ہشام نجفی

ابو ھشام کی تحقیق کا حشر نشر !

ترتیب: علی ناصر

شیعہ کسی ایک امام کی سیرت و سنت پر عمل نہیں کرتے بلکہ سیرت نبوی اور سیرت اہل بیت کے خلاف عمل کر کے کہتے ہیں کہ اماموں نے تو پوری زندگی تقیہ میں گذار دی !

نشر و اشاعت : تحفظ عقائد تشیع

دفاع اہل سنت و رد رافضیت (سُنی لائبریری ڈاٹ کام)

کفر کے تین اصول بیان کئے گئے ہیں اور ایک ایک اصول کے ساتھ بطور مثال حضرت آدم علیہ السلام، شیطان اور قابیل کے نام بیان کئے گئے ہیں !



کافی کی ایک حدیث کو بے عقل ناصبی نعوذ باللہ آدم علیہ السلام کی شیعوں کی جانب سے انکی تکفیر سمجھتے ہیں، کلام اہل بیت علیہم السلام وحی الہی کا ترجمان ہوتا ہے، لہذا اس کو سمجھنے کے لیے عقل ہونا شرط ہے مگر چونکہ عقل اور ناصبیت دونوں تضاد چیزیں ہیں جن کا ایک جگہ جمع ہو جانا محال ہے، اس لئے وہ ان روایات کو سمجھنے سے قاصر ہیں اور ان کے دل میں بغض شیعان حیدر کرار بھی ہے جو انکی گمراہی کا سب کا بڑا سبب ہے۔

شیعہ اصول اربعہ کی اوّل کتاب اصول کافی کی وہ روایت جسے شیعہ محدثین نے صحیح کہا ہے اس میں حضرت آدم علیہ السلام کو کفر کے ایک اصول سے جوڑ کر براہ راست تکفیر کی گئی ہے۔

وہ حدیث یہ ہے:

**(باب) * (في أصول الكفر وأركانه) ***

**1 - الحسين بن محمد، عن أحمد بن إسحاق، عن بكر بن محمد، عن أبي بصير قال: قال أبو عبد الله (عليه السلام): أصول الكفر ثلاثة: الحرص، والاستكبار، والحسد، فأما الحرص فان آدم (عليه السلام) حين نهي عن الشجرة، حمله**

**الحرص على أن أكل منها وأما الاستكبار فإبليس حيث أمر بالسجود لآدم فأبى، وأما الحسد فابنا آدم حيث قتل أحدهما صاحبه۔**

امام صادق علیہ السلام نے فرمایا کفر کے اصول تین ہیں، حرص، تکبر، وحسد

غور سے پڑھیں ! اہل تشیع کے نزدیک حضرت آدم علیہ السلام نے درخت سے کھا کر حرص کیا اور یہ حرص کفر ہے !

حرص کے سبب آدم علیہ السلام نے اس کے سبب اس درخت سے کھایا جس (کے پاس جانے) سے منع کئے گئے تھے، تکبر کے سبب ابلیس نے تکبر کے سبب آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے سے انکار کیا جبکہ اسے سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا تھا، اور حسد کے سبب آدم علیہ السلام کے ایک بیٹے نے دوسرے کو قتل کیا۔

(اصول الکافی ج2 ص289)

http://shiaonlinelibrary.com/%D8%A7%D9%84%D9%83%D8%AA%D8%A8/1123_%D8%A7%D9%84%D9%83%D8%A7%D9%81%D9%8A-%D8%A7%D9%84%D8%B4%D9%8A%D8%AE-%D8%A7%D9%84%D9%83%D9%84%D9%8A%D9%86%D9%8A-%D8%AC-%D9%A2/%D8%A7%D9%84%D8%B5%D9%81%D8%AD%D8%A9_289

علامہ مجلسی علیہ الرحمہ نے حدیث کی بہت عمدہ تشریح کی ہے، لکھتے ہیں:

**كأنّ المراد باصول الكفر ما يصير سبباً للكفر أحياناً ، لا دائماً ، وللكفر أيضاً معان كثيرة : منها ما يتحقّق بإنكار الربّ سبحانه والإلحاد في صفاته. ومنها ما يتضمّن إنكار أنبيائه وحججه ، أو ما أتوابه من امور المعاد وأمثالها. ومنها ما يتحقّق بمعصية الله ورسوله. ومنها ما يكون بكفران نعم الله تعالى إلى أن ينتهي إلى ترك الأولى ، فالحرص يمكن أن يصير داعياً إلى ترك الأولى ، أو ارتكاب صغيرة أو كبيرة**

اصول کفر سے مراد وہ اسباب ہیں جو کبھی کفر کا سبب بنتے ہیں، اور کفر کے بھی بہت سے معنی ہیں، جن میں سے رب سبحانہ تعالی کا انکار، اس کی صفات میں الحاد، ان معنوں میں سے اللہ سبحانہ تعالی اور اس کے رسول کی نافرمانی ہے اور اللہ کی نعمتوں کا انکار بھی ہے، یہاں

اصول کفر تین ہیں، مطلب تینوں اصول (حرص، تکبر اور حسد) کفر کا سبب بنتے ہیں ! آسان الفاظ میں شیعہ جید عالم باقر مجلسی کہہ رہا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے جو حرص کیا وہ کفر کا سبب بنا ! ! معاذاللہ ثم معاذاللہ

تک کہ یہ ترک اولی ہے، پس حرص ممکن ہے سبب بنے ترک اولی یا گنہان صغیرہ یا کبیرہ کا۔

**مراة العقول في شرح أخبار آل رسول (عليهم السلام )**

**ج 10 ص 74/73**

http://ar.lib.eshia.ir/27311/3/709

غور فرمائیں ! علامہ باقر مجلسی نے کفر کے اسباب بیان کر کے آخر میں لکھا ہے کہ حرص ترک اولی ، گناہ صغیرہ و کبیرہ کا سبب بنتا ہے۔

آسان الفاظ میں حضرت آدم علیہ السلام کی طرف سے درخت سے کھانا اہل تشیع کے ہاں حرص ہے، اوریہی حرص کفر کے اصولوں میں سے ہے ، شیعہ علماء کے نزدیک حضرت آدم علیہ السلام معصوم نبی نہ تھے معاذاللہ بلکہ حرص کرنے کی وجہ سے ترک اولی ، گناہ صغیرہ و کبیرہ کے مرتکب تھے !

معاذاللہ ثم معاذاللہ

ظاہر ہے حرص سبب بنا ترک اولی کا، گناہ صغیرہ و کبیرہ کا ! !

www.asnaashar.wordpress.com www.facebook.com/asnaashar12



بتوبة فذلك الإصرار .

٣ـ عليُّ بن إبراهيم ، عن أبيه ، عن ابن أبي عمير ، عن منصور بن يونس ، عن أبي بصير قال : سمعت أبا عبدالله عليه السلام يقول : لا والله لا يقبل الله شيئاً من طاعته على الاصرار على شيء من معاصيه .

## ﴿ باب ﴾

## ✿ ( في اصول الكفر وأركانه ) ✿

١ـ الحسينُ بن محمّد ، عن أحمد بن إسحاق ، عن بكر بن محمّد ، عن أبي بصير قال:

و قال في التحرير : و عن الاصرار ...
أمّا الصغائر فان داوم عليها أو وقعت منه ...
على كلّ تقدير فالمداومة و الاكثار من ال...
عليها بعد الفراغ ففي كونه قادحاً تأمّل إن...
ابن يزيد انّ إسماع الكلام الغليظ للابوي...
عاقّاً قاطعاً ، وهي تدلّ على أنّ مثل ذلك ا...
المغضب للابوين معصية .

**الحديث الثالث** : حسن موثق .

و فيه إشعار بأنّ الاصرار على الص...
المكفّرة مانعة عن قبول الطاعة ، و في الخبـ...
الله من المتّقين»[1].

**باب في اصول الكفر و أركانه**

**الحديث الاول** : صحيح .

و كأنّ المراد بأصول الكفر ما يصير سبباً للكفر أحياناً لا دائماً و للكفر

(١) سورة المائدة : ٢٧ .

www.asnaashar.wordpress.com www.facebook.com/asnaashar12



قال أبو عبدالله عليه السلام : اُصول الكفر ثلاثة : الحرص ، والاستكبار ، والحسد ، فأمّا الحرص فانّ آدم عليه السلام حين نُهي عن الشجرة ، حمله الحرص على أن أكل منها وأمّا الاستكبار فا بليس حيث اُمر بالسجود لآدم فأبى ، وأمّا الحسد فابنا آدم حيث قتل أحدهما صاحبه .

٢ـ عليّ بن إبراهيم : عن أبيه، عن النوفلي ، عن السكوني ، عن أبي عبدالله

---

أيضاً معان كثيرة ، منها ما يتحقّق بانكار الربّ سبحانه ، و الالحاد في صفاته ، و منها ما يتضمّن إنكار أنبيائه وحججه أو ما أتوا به من أمور المعاد و أمثالها ، ومنها مايتحقّق بمعصية الله ورسوله ، و منها مايكون بكفران نعم الله تعالى إلى أن ينتهي إلى ترك الاولى فالحرص يمكن أن يصير داعياً إلى ترك الاولى أو ارتكاب صغيرة أو كبيرة حتّى ينتهي إلى جحود يوجب الشرك و الخلود ، فما في آدم عليه السلام كان من الأوّل ثمّ تكامل في أولاده حتّى انتهى إلى الأخير ، فصحّ أنّه أصل الكفر ، و كذا ساير الصفات ، و قيل : قد كان إباء إبليس لعنه الله من السجود عن حسد و استكبار ، و إنّما خصّ الاستكبار بالذكر لأنّه تمسّك به حيث قال : « أ. خير منه خلقتني من نار و خلقته من طين » أو لأنّ الاستكبار أقبح من الحسد ، انتهى.

وقوله : فأمّا الحرص فهومبتدء ، وقوله : فانّ، إلى قوله: أكل منها خبر ، و العائد تكرار المبتداء وضعاً للظاهر موضع المضمر ، مثل الحاقّة ماالحاقّة ، و قوله : فابليس بتقدير فمعصية إبليس وكذا قوله: فابناء آدم بتقدير فمعصية ابني آدم ، أي معصية أحدهما كما قيل .

**الحديث الثاني** : ضعيف على المشهور .

و أركان الكفر قريب من أصوله و لعلّ المراد بالرغبة الرغبة في الدّنيا و الحرص عليها ، أو اتّباع الشهوات النفسانيّة، وبالرهبة الخوف من فوات الدّنيا و إعتباراتها بمتابعة الحقّ أو الخوف من القتل عند الجهاد ، و من الفقر عند أداء

علی ناصر

علامہ علیہ الرحمہ کی اس وضاحت کے بعد کسی اور وضاحت کی ضرورت نہیں البتہ آپ نے جو کفر کی مختلفت اقسام کا ذکر کیا ہے اس کی وضاحت یہ ہے کہ قرآن کریم میں کفر کی مختلف قسموں کا ذکر ہے اور کفر ہمیشہ اللہ سبحانہ تعالی کے انکار کے معنی میں استعمال نہیں ہوتا بطور مثال دو آیات پیش خدمت ہیں:

واقعی علامہ باقر مجلسی کی وضاحت کے بعد کسی اور وضاحت کی ضرورت ہی نہیں ہے ! اہل تشیع حضرت آدم علیہ السلام کے گستاخ ہیں۔ رہی بات کفر کے مختلف اقسام کی تو اس پر ہمیں کوئی اختلاف نہیں ہے !

## 1: ترک فرمان الٰہی :

فِيهِ آيَاتٌ بَيِّنَاتٌ مَّقَامُ إِبْرَاهِيمَ ۖ وَمَن دَخَلَهُ كَانَ آمِنًا ۗ وَلِلَّهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا ۚ وَمَن كَفَرَ فَإِنَّ اللَّهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِينَ(97)

اس میں کھلی ہوئی نشانیاں ہیں جن میں سے ایک ابراہیم کے کھڑے ہونے کی جگہ ہے جو شخص اس (مبارک) گھر میں داخل ہوا اس نے امن پالیا اور لوگوں پر خدا کا حق (یعنی فرض) ہے کہ جو اس گھر تک

جانے کا مقدور رکھے وہ اس کا حج کرے اور جو اس حکم کی تعمیل نہ کرے گا تو خدا بھی اہلِ عالم سے بے نیاز ہے

(آل عمران:97)

**ان آیات قرآنی کا کفر کے تین اصول والی روایت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔**

## 2:ناشکری

قَالَ الَّذِي عِندَهُ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتَابِ أَنَا آتِيكَ بِهِ قَبْلَ أَن يَرْتَدَّ إِلَيْكَ طَرْفُكَ ۚ فَلَمَّا رَآهُ مُسْتَقِرًّا عِندَهُ قَالَ هَٰذَا مِن فَضْلِ رَبِّي لِيَبْلُوَنِي أَأَشْكُرُ أَمْ أَكْفُرُ ۖ وَمَن شَكَرَ فَإِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهِ ۖ وَمَن كَفَرَ فَإِنَّ رَبِّي غَنِيٌّ كَرِيمٌ (40)

(40)

ایک شخص جس کو کتاب الہی کا علم تھا کہنے لگا کہ میں آپ کی آنکھ کے جھپکنے سے پہلے پہلے اسے آپ کے پاس حاضر کئے دیتا ہوں۔ جب سلیمان نے تخت کو اپنے پاس رکھا ہوا دیکھا تو کہا کہ یہ میرے پروردگار کا فضل ہے تاکہ مجھے آزمائے کہ

میں شکر کرتا ہوں یا کفران نعمت کرتا ہوں اور جو شکر کرتا ہے تو اپنے ہی فائدے کے لئے شکر کرتا ہے اور جو ناشکری کرتا ہے تو میرا پروردگار بے پروا (اور) کرم کرنے والا ہے

امام علیہ السلام کے کلام میں ناشکری کی طرف اشارہ ہے کیونکہ تینوں میں سے اللہ سبحانہ تعالی کا انکار کسی نے بھی نہیں کیا بلکہ، ان نعمتوں کے عوض جو اللہ سبحانہ تعالی نے آدم علیہ السلام کو دی تھی حق شکر تو یہ تھا کہ جب اللہ سبحانہ تعالی نے درخت کے پاس جانے سے منع کیا تھا تو اس کا پھل بھی نہ کھاتے مگر حرص کے سبب ترک اولی سرزد ہوا یہ گناہ نہیں تھا کیونکہ اللہ نے درخت کے پھل کھانے سے منع نہیں کیا تھا پاس جانے سے روکا تھا مگر چونکہ آدم علیہ السلام نے اس کے پھل کو کھایا جس کے پاس جانا منع تھا لہذا یہ نبی کی شان کے خلاف تھا گناہ نہیں تھا بلکہ ترک اولی تھا، جس کو ناصبی نے نعوذ باللہ کفر سمجھ لیا بلکہ تکفیری ناصبیوں کی کتابوں میں آدم علیہ السلام کے پر شرک کے فتوے موجود ہیں اور وہ کفریہ روایات بھی موجود ہیں جو ناصبیوں نے انکی طرف منسوب کی ہیں۔

تاویل کی کمزوری ملاحظہ فرمائیں! اللہ نے درخت کا پھل کھانے سے منع نہیں کیا تھا صرف قریب جانے سے منع کیا تھا! اور چونکہ آدم علیہ السلام نے اس کے پھل کو کھایا لہاذا یہ ترک اولی تھا کفر نہیں تھا! گناہ بھی نہیں تھا! پہلی بات قول امام کے مطابق حضرت آدم علیہ السلام نے حرص کیا اور یہی حرص کفر کا اصول ہے، امام نے باقاعدہ آدم علیہ السلام کا نام بیان کیا ہے، روایت بھی صحیح ہے جس میں کفر کے اصول حرص، تکبر اور حسد بیان کئے گئے ہیں اور اب تاویل کرتے ہوئے یہ کفر کے اصول گناہ نہیں رہے!

دوسری بات حضرت آدم علیہ السلام کو صرف درخت کے قریب جانا منع نہیں کیا گیا تھا بلکہ اس کا پھل کھانا بھی ممنوع تھا۔ اللہ تبارک وتعالی نے فرما دیا تھا کہ جنت کے تمام میوے کھانا لیکن اس درخت کے نزدیک نہ جانا۔ اس کا مطلب ہی یہ ہے کہ اللہ تعالی نے حضرت آدم علیہ السلام کو ایک درخت کے قریب جانے یعنی اس سے کچھ کھانے سے منع فرمایا تھا۔ اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ جیسے ہی درخت میں سے کچھ کھایا تھا تو حضرت آدم و حوا علیہ السلام کا لباس اتر گیا اور اعضا ظاہر ہو گئے جب دونوں سے لباس چھن گیا تو جنت کے درختوں کے پتے اپنے جسم پر چپکانے لگے۔

غور فرمائیں! امام نے تین اصول کفر بیان کئے! مطلب اللہ کے انکار کے علاوہ بھی کفر کا اطلاق ہوتا ہے، کفر کی مختلف اقسام بھی بیان کی گئی ہیں۔

1️⃣ حرص کو کفر کا اصول بتا کر حضرت آدم علیہ السلام پر لاگو کیا گیا۔

2️⃣ تکبر کو شیطان لعین پر لاگو کیا گیا۔

3️⃣ حسد کو قابیل پر لاگو کیا گیا کیونکہ اپنے بھائی ہابیل کا قتل کیا تھا۔

آسان الفاظ میں اللہ کا انکار نہ کرنے کے باوجود حضرت آدم علیہ السلام معاذاللہ حرص کے سبب، شیطان لعین تکبر کے سبب، قابیل حسد کے سبب کفر کے مرتکب ہوئے!

یہ الزامی جواب دیا گیا ہے۔ جس کی حقیقت آگے بیان کی جائے گی۔ ہم نے شیعہ کی صحیح روایت سے ثابت کردیا ہے کہ اہل تشیع کے ہاں حضرت آدم علیہ السلام کو معاذاللہ کفر کا مرتکب کہا گیا ہے۔ شیعہ اس روایت کو قبول کرتے ہیں لیکن تاویل کرنے میں ناکام ہیں!

ابن حزم لکھتا ہے :

وَاتَّفقُوا على تَحْرِيم كل اسْم معبد لغير الله عز وَجل كَعبد الْعُزَّى وَعبد هُبل وَعبد عَمْرو وَعبد الْكَعْبَة وَمَا اشبه ذَلِك حاشا عبد الْمطلب

مسلمانوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ ہر وہ نام رکھنا حرام ہے جس میں غیر اللہ کی طرف عبدیت کا اظہار ہوتا ہو جیسے عبد عمرو، عبد الکعبہ وغیرہ۔صرف عبد المطلب اس سے مستثنیٰ ہے۔

(مراتب الإجماع ص 154)

بالکل اس پر اجماع ہے کہ اولاد کے شرکیہ نام رکھنا ممنوع ہے۔ قرآن واحادیث نبوی کی تعلیمات بھی یہی بیان کرتی ہیں۔یہ بھی حقیقت ہے کہ حضرت آدم وحوانے اپنی کسی اولاد کانام عبدالحارث نہیں رکھا تھااور سورت الاعراف کی آیات 189,190 میں اولاد کے شرکیہ نام رکھنے کی نسبت عام مشرکین کی طرف ہے۔

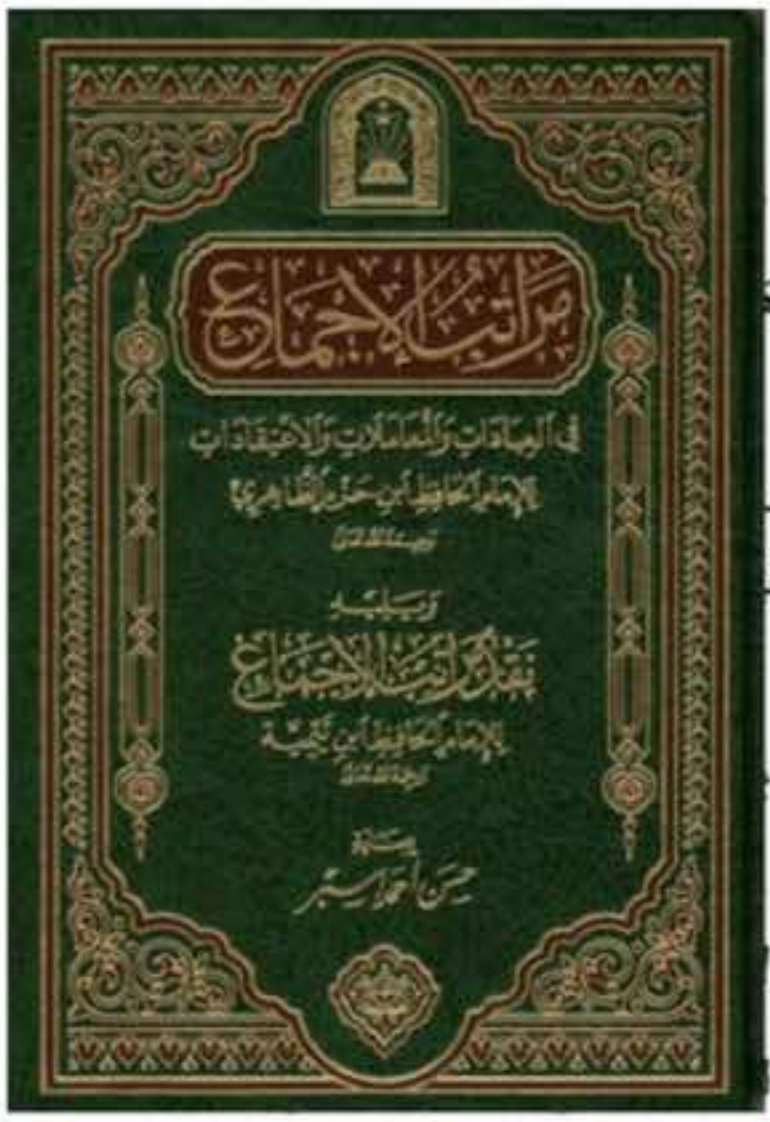


واتفقوا أن الهديَ إلى مكةَ حَسَنٌ

واختلفوا في تَقليدِه وإشعارِه و
أكلُه، ولا سبيل إلى ضَمِّ إجماعٍ فيه.

وفي العَقيقةِ، فإنَّ قوماً أَوْجبوه
وقال آخَرون: هي تَطَوّعٌ، فاختلفوا ف
ضَمِّ إجماعٍ فيه.

واتفقوا أن التسميةَ للرجالِ والنسا

واتفقوا أن المولود إذا مَضَتْ له
فقومٌ قالوا: حينئذٍ، وقومٌ قالوا: يومَ و

واتفقوا على استحسانِ الأسماءِ ا
الرحمنِ وما أشبهَ ذلك.

واتفقوا على تَحريم كلِّ اسم مُعبَّدٍ لغيرِ الله عز وجلَّ، كعبدِ العُزّى وعبدِ هُبَلٍ وعبدِ عَمْروٍ وعبدِ الكَعبةِ وما أشبهَ ذلك حاشا عبدَ المُطّلِبِ.

واتفقوا على إباحةِ كل اسم بعدَ ما ذكرنا، ما لم يكن اسمَ نبيٍّ أو اسمَ مَلَكٍ أو مُرّةٍ أو حَرْبٍ أو زَحْمٍ أو الحَكَم أو مالكٍ أو خُلْدٍ أو حَزْنٍ أو الأجدَعِ أو الكُوَيْفِرِ أو شِهابٍ أو أصرمَ أو العاصي أو عزيزٍ أو عَبْدَةَ أو شيطانَ أو غُرابٍ أو حُبَابٍ أو المضْطَجِعِ أو نَجَاحٍ أو أفلحَ أو نافعٍ أو يَسارٍ أو بَرَكَةَ أو عاصيةَ أو بَرّةَ، **فإنهم اختلفوا فيها**.

واتفقوا على إباحة التَكَنّي لمن له ولدٌ بالأسماءِ المُباحةِ حاشا أبا القاسم، فإنهم اختلفوا فيه؛ فمن مانعٍ أو كارهٍ أو مُبيحٍ. واختلفوا في تَكْنِيَةِ مَنْ لا وَلَدَ له.

واتفقوا على استحسانِ الطِّيبِ لغيرِ المُحْرِمِ، ولغيرِ المرأةِ الخارجةِ إلى المَسْجِدِ أو إلى حوائجِها.

واختلفوا في الزَّعْفَران للرجال، وفي المِسْك خِلافٌ مِنْ عَطَاءٍ.



علي ناصر

پس معلوم ہوا ناصبیوں کا بھی اس امر پر اجماع ہے کہ یہ نام شرکیہ ہیں اور ان سے بچنا واجب ہے۔

مگر ان بے حیا ناصبیوں نے سورہ اعراف:

هُوَ الَّذِي خَلَقَكُم مِّن نَّفْسٍ وَاحِدَةٍ وَجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ إِلَيْهَا ۖ فَلَمَّا تَغَشَّاهَا حَمَلَتْ حَمْلًا خَفِيفًا فَمَرَّتْ بِهِ ۖ فَلَمَّا أَثْقَلَت دَّعَوَا اللَّهَ رَبَّهُمَا لَئِنْ آتَيْتَنَا صَالِحًا لَّنَكُونَنَّ مِنَ الشَّاكِرِينَ (189)

وہ خدا ہی تو ہے جس نے تم کو ایک شخص سے پیدا کیا اور اس سے اس کا جوڑا بنایا تاکہ اس سے راحت حاصل کرے۔ سو جب وہ اس کے پاس جاتا ہے تو اسے ہلکا سا حمل رہ جاتا ہے اور وہ اس کے ساتھ چلتی پھرتی ہے۔ پھر جب کچھ بوجھ معلوم کرتی یعنی بچہ پیٹ میں بڑا ہوتا ہے تو دونوں میاں بیوی اپنے پروردگار خدائے عزوجل سے التجا کرتے ہیں کہ اگر تو ہمیں صحیح وسالم (بچہ) دے گا تو ہم تیرے شکر گذار ہوں گے

جی بالکل اہلسنت کے ہاں شرکیہ نام نہ رکھنے پر اجماع ہے اور ہم حضرت آدم و حوا کے متعلق اس قسم کی روایات کو تسلیم نہیں کرتے۔ تمام مفسرین اور محدثین نے ایسی روایات کو اسرائیلی روایات کہا ہے اور اہل کتاب کے آثار سے تعبیر کیا ہے۔

فَلَمَّا آتَاهُمَا صَالِحًا جَعَلَا لَهُ شُرَكَاءَ فِيمَا آتَاهُمَا ۚ فَتَعَالَى اللَّهُ عَمَّا يُشْرِكُونَ(190)

جب وہ ان کو صحیح وسالم (بچہ) دیتا ہے تو اس (بچے) میں جو وہ ان کو دیتا ہے اس کا شریک مقرر کرتے ہیں۔ جو وہ شرک کرتے ہیں (خدا کا رتبہ) اس سے بلند ہے

**(الاعراف)**

کی تفسیر میں شرک کرنے والوں سے مراد حضرات آدم وحوا علیہما السلام کو لیا ہے:

یہ قول حضرت ابن عباس کا ہے۔ مگر شرک فی العبادت نہیں بلکہ شرک جیسا کام ہے کہ عبد کی نسبت غیر خدا کی طرف کی جائے، لیکن مفسرین کے نزدیک یہ تفسیر قوی نہیں ہے بلکہ آیت کا دوسرا حصہ عام مشرکین کے متعلق ہے۔

ابن ابی حاتم نے اپنی متصل سند سے ابن عباس علیہما الرحمہ سے روایت کی ہے:

8654 - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ ثنا مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ حَمْزَةَ، ثنا حَبَّانُ، عَنْ عَبْدِ اللهِ ابن الْمُبَارَكِ عَنْ شَرِيكٍ عَنْ خُصَيْفٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ فِي قوله فَلَمَّا آتَاهُمَا صَالِحًا جَعَلا لَهُ شُرَكَاءَ فِيمَا آتَاهُمَا قَالَ: اللَّهُ هُوَ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ، وَجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ إِلَيْهَا، فَلَمَّا تَغَشَّاهَا آدَمُ حَمَلَتْ آتَاهُمَا

إِبْلِيسُ فَقَالَ: إِنِّي صاحبكما الذي أخرجتكما من الجنة لتطيعنني أَوْ لأَجْعَلَنَّ لَهَا قَرْنَيْ إِبِلٍ فَيَخْرُجُ مِنْ بَطْنِكِ فَيَشُقُّهُ وَلأَفْعَلَنَّ وَلأَفْعَلَنَّ يُخَوِّفُهُمَا سَمِّيَاهُ عَبْدَ الْحَارِثِ فَأَبَيَا أَنْ يُطِيعَاهُ فَخَرَجَ مَيِّتًا ثُمَّ حَمَلَتْ يَعْنِي الثَّانِيَةَ فَأَتَاهُمَا أَيْضًا فَقَالَ: أَنَا صَاحِبُكُمَا الَّذِي فَعَلْتُ مَا فَعَلْتُ لَتَفْعَلُنَّ أَوْ لأَفْعَلَنَّ وَلأَفْعَلَنَّ يُخَوِّفُهُمَا فَأَبَيَا أَنْ يُطِيعَانِهِ فَخَرَجَ مَيِّتًا، ثُمَّ حَمَلَتِ الثَّالِثَةُ فَأَتَاهُمَا أَيْضًا فَذَكَرَ لَهُمَا فَأَدْرَكَهُمَا حُبُّ الْوَلَدِ فَسَمَّيَاهُ عَبْدَ الْحَارِثِ فَذَلِكَ قَوْلُهُ:

جَعَلا لَهُ شُرَكَاءَ فِيمَا آتَاهُمَا

سعید بن جبیر نے ابن عبّاس سے نقل کیا کہ جب آدم وحوا علیہما السلام آپس میں ملے تو حوّا حاملہ ہوئیں، ابلیس ان کے پاس آکر کہنے لگا کہ میں وہی ہوں جس نے تم کو جنّت سے نکالا ۔ میری بات مانو اور ہونے والے بچے کا نام عبد الحارث رکھو ورنہ میں اس کے سر پر بارہ سنگھا جیسا سر بنادوں گا اور یہ تمہارا پیٹ چیر کر باہر نکلے گا اور میں ایسا ایسا کروں گا۔ لیکن انہوں نے نہ مانا اور امید کرنے لگے لیکن

**اہم سوال یہ ہے کہ حضرت ابن عباس کو اس واقعے کا علم کیسے ہوا؟**

بچہ مردہ پیدا ہوا- پھر وہ دوبارہ حاملہ ہوئیں اور ابلیس پھر آیا اور جیسا پہلے کہا تھا ویسا پھر کہا- دونوں (نے دوبارہ ویسا ہی کیا) اور امید کرنے لگے لیکن بچہ پھر مردہ پیدا ہوا- پھر وہ دوبارہ حاملہ ہوئیں اور ابلیس واپس آیا اور جیسا پہلے کہا تھا ویسا پھر کہا- ان کے دل میں بچے کی محبّت پیدا ہوئی اور انہوں نے اس کا نام عبد الحارث رکھا- چنانچہ اللہ سبحانہ تعالی کا قول جَعَلا لَهُ شُرَكَاءَ فِيمَا آتَاهُمَا پھر وہ اللہ کی دی ہوئی چیزوں میں اللہ کا شریک بنانے لگے، ان کے بارے میں ہے۔

یہ حدیث صحیح السند ہے لیکن اس حدیث کے متن میں کئی علتیں محققین نے بیان فرمائی ہیں۔

تفسير ابن أبي حاتم ج 5 ص 1634

اہلسنت تفاسیر میں آیت کا یہ حصہ "جعلا لہ شرکاء فیما آتاھما" عام مشرکین کا تذکرہ ہے۔

پھر لکھتا ہے:

**8655 – حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ أَبِي الرَّبِيعِ، أَنْبَأَ عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَنْبَأَ ابْنُ عُيَيْنَةَ قَالَ: سَمِعْتُ صَدَقَةَ قَالَ: أَبِي يَعْنِي ابْنَ عَبْدِ اللَّهِ بْنَ كَثِيرٍ الْمَكِّيَّ يُحَدِّثُ عَنِ السُّدِّيِّ، قَالَ: هَذَا مِنَ الْمَوْصُولِ الْمُفَصَّلِ قَوْلُ: جَعَلا لَهُ شُرَكَاءَ فِيمَا أَتَاهُمَا قَالَ: شَأْنُ آدَمَ وَحَوَّاءَ**

**8656 – حَدَّثَنَا أَبِي، ثنا ابْنُ أَبِي عُمَرَ ثنا سُفْيَانُ عَنِ الْهُذَلِيِّ عَنِ السُّدِّيِّ فِي قَوْلِهِ: جَعَلا لَهُ شُرَكَاءَ فِيمَا آتَاهُمَا قَالَ: هُوَ آدَمُ وَحَوَّاءُ.**

**8657 – حَدَّثَنَا أَبُو زُرْعَةَ، ثنا عَمْرُو بْنُ حَمَّادٍ، ثنا أسباط، عن السُّدِّيِّ يَقُولُ اللَّهُ: جَعَلا لَهُ شُرَكَاءَ فِيمَا آتَاهُمَا يَعْنِي فِي الأَسْمَاءِ.**

**8658 – حَدَّثَنَا أَبِي، ثنا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الأَعْلَى ثنا مُعْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ أَبِيهِ ثنا بَكْرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْمُزَنِيُّ جَعَلا لَهُ شُرَكَاءَ فِيمَا آتَاهُمَا أَنَّ آدَمَ سَمَّى ابْنَهُ عَبْدَ الشَّيْطَانِ.**

## تفسیر ابن کثیر

﴿جَعَلَا لَهُ شُرَكَآءَ فِيمَا اٰتٰهُمَا﴾ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس حدیث کو لے کر ان کے شاگردوں کی ایک جماعت نے بھی یہی کہا ہے۔ جیسے مجاہدؒ سعید بن جبیرؒ عکرمہؒ قتادہ اور سدی۔ اسی طرح سلف سے لے کر خلف تک بہت سے مفسرین نے اس آیت کی تفسیر میں یہی کہا ہے۔ لیکن ظاہر یہ ہے کہ یہ واقعہ اہل کتاب سے لیا گیا ہے۔

8659 – حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى، أَنْبَأَ الْعَبَّاسُ بْنُ الْوَلِيدِ ثنا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ عَنْ سَعِيدٍ عَنْ قَتَادَةَ جَعَلا لَهُ شُرَكَاءَ فِيمَا آتَاهُمَا فَكَانَ شِرْكًا فِي طَاعَتِهِ وَلَمْ يَكُنْ شِرْكًا فِي عِبَادَتِهِ

سدی نے کہا: شریک بنانے والوں سے آدم وحوا مراد ہیں۔

بکر بن عبد اللہ مزنی نے کہا شریک بنانے والوں سے آدم وحوا مراد ہیں آدم نے اپنے بیٹے کا نام عبد الشیطان رکھا تھا۔

قتادہ نے کہا کہ ان کا شرک اطاعت میں تھا نہ کہ عبادت میں۔

(تفسير ابن أبي حاتم ج 5 ص 1634)

علمائے اہلسنت نے مختلف تفاسیر میں ان روایات کی نفی بیان کی ہے اور کئی محققین کے اقوال نقل فرمائے ہیں۔

www.asnaashar.wordpress.com www.facebook.com/asnaashar12



# تفسير القرآن العظيم

مسنداً

عن رسول الله ﷺ والصحابة والتابعين

تأليف

الإمام الحافظ عبد الرحمن بن محمد
ابن إدريس الرازي ابن أبي حاتم
المتوفى سنة ٣٢٧هـ

تحقيق

أسعد محمد الطيب

المجلد الأول

إعداد: مركز الدراسات والبحوث بمكتبة نزار الباز

مكتبة نزار مصطفى الباز
مكة المكرمة - الرياض

علي ناصر

www.asnaashar.wordpress.com www.facebook.com/asnaashar12



Page |

[٨٦٥٤] حدثنا علي بن الحسين ثنا محمد بن علي بن حمزة، ثنا حبان، عن عبدالله ابن المبارك عن شريك عن خصيف عن سعيد بن جبير عن ابن عباس في قوله ﴿فلما آتاهما صالحا جعلا له شركاء فيما آتاهما﴾ قال: الله هو الذي خلقكم من نفس واحدة، وجعل منها زوجها ليسكن إليها، فلما تغشاها آدم حملت أتاهما إبليس فقال: إني صاحبكما الذي أخرجتكما من الجنة لتطيعنن أو لأجعلن لها قرني إيل فيخرج من بطنك فيشقه ولأفعلن ولأفعلن يخوفهما سمياه عبد الحارث فأبيا أن يطيعاه فخرج ميتا ثم حملت يعني الثانية فأتاهما أيضا فقال: أنا صاحبكما الذي فعلت مافعلت لتفعلن أو لأفعلن ولأفعلن يخوفهما فأبيا أن يطيعانه فخرج ميتا، ثم حملت الثالثة فأتاهما أيضاً فذكر لهما فأدركهما حب الولد فسمياه عبد الحارث فذلك قوله: ﴿جعلا له شركاء فيما آتاهما﴾

[٨٦٥٥] حدثنا الحسن بن أبى الربيع، أنبأ عبد الرزاق، أنبأ ابن عيينة قال: سمعت صدقة قال: أبي يعني ابن عبدالله بن كثير المكي يحدث عن السدي، قال: هذا من الموصول المفصل قول: ﴿جعلا له شركاء فيما آتاهما﴾ قال: شأن آدم وحواء

[٨٦٥٦] حدثنا أبي، ثنا ابن أبي عمر ثنا سفيان عن الهذلي عن السدى في قوله: ﴿جعلا له شركاء فيما آتاهما﴾ قال: هو آدم وحواء.

[٨٦٥٧] حدثنا أبوزرعة، ثنا عمرو بن حماد، ثنا أسباط، عن السدى يقول الله: ﴿جعلا له شركاء فيما آتاهما﴾ يعني في الأسماء.

[٨٦٥٨] حدثنا أبي، ثنا محمد بن عبد الأعلى ثنا معتمر بن سليمان عن أبيه ثنا بكر بن عبدالله المزني جعلا له شركاء فيما أتاهما أن آدم سمي ابنه عبد الشيطان.

[٨٦٥٩] حدثنا محمد بن يحيي، أنبأ العباس بن الوليد ثنا يزيد بن زريع عن سعيد عن قتادة ﴿جعلا له شركاء فيما آتاهما﴾ فكان شركا في طاعته ولم يكن شركا في عبادته وكان الحسن يقول: هم اليهود والنصارى رزقهم الله أولادا فهودوا ونصروا.

## قوله تعالى: ﴿فتعالى الله عما يشركون﴾

[٨٦٦٠] حدثنا الحسن بن أبى الربيع أنبأ عبد الرزاق[1] أنبأ ابن عيينة قال: سمعت

(١) التفسير ١ / ٢٢٩.

علي ناصر

محدث فارم والے خائن ناصبیوں نے بہت کوشش کر کے مذکورہ روایت و آثار کی تضعیف کرنے کی کوشش کی ہے:

https://forum.mohaddis.com/threads/%D8%AD%D8%B6%D8%B1%D8%AA-%D8%A2%D8%AF%D9%85-%D9%88-%D8%AD%D9%88%D8%A7-%DA%A9%DB%8C-%D8%B7%D8%B1%D9%81-%D9%85%D9%86%D8%B3%D9%88%D8%A8-%D8%A8%D8%A7%D8%AA-%DA%A9%DB%8C-%D8%AA%D8%AD%D9%82%DB%8C%D9%82-%D8%AF%D8%B1%DA%A9%D8%A7%D8%B1-%DB%81%DB%92.27682/

مگر عقل کے اندھوں کو یہ نہیں معلوم کہ اس روایت و آثار کو نقل کرنے والے جرح و تعدیل میں اپنا خاص مقام رکھنے والے ان کے امام ابن ابی حاتم کے نزدیک یہ تمام روایت و آثار صحیح ترین اسناد و متن والے ہیں چنانچہ اس کا ذکر اس نے اپنی تفسیر کے مقدمے میں ہی کر دیا ہے لکھتا ہے:

سَأَلَنِي جَمَاعَةٌ مِنْ إِخْوَانِي إِخْرَاجَ تَفْسِيرِ الْقُرْآنِ مُخْتَصَرًا بأصح الأسانيد، وحذف الطرق والشواهد والحروف والروايات، وَتَنْزِيلِ السُّوَرِ، وَأَنْ نَقْصِدَ لِإِخْرَاجِ

عقل کے اندھے تو شیعہ ہیں جو محققین کی رائے تسلیم نہیں کرتے! اہلسنت اس روایت کو قبول ہی نہیں کرتے بلکہ تمام اہلسنت تفاسیر میں اس آیت کے ذیل میں اس قسم کی روایات کو اسرائیلی روایات کہا گیا ہے، اور حضرت آدم و حضرت حوا کا دفاع کرتے ہوئے مفسرین نے انہیں شرک سے مبرا قرار دیا ہے۔

التَّفْسِيرِ مُجَرَّدًا دُونَ غَيْرِهِ، مُتَقَصِّينَ تَفْسِيرَ الْآيِ حَتَّى لَا نَتْرُكَ حَرْفًا مِنَ الْقُرْآنِ يُوجَدُ لَهُ تَفْسِيرٌ إِلَّا أُخْرِجَ ذَلِكَ.

فَتَحَرَّيْتُ إِخْرَاجَ ذَلِكَ بِأَصَحِّ الْأَخْبَارِ إِسْنَادًا، وَأَشْبَهِهَا مَتْنًا، فَإِذَا وَجَدْتُ التَّفْسِيرَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ- لَمْ أَذْكُرْ مَعَهُ أَحَدًا مِنَ الصَّحَابَةِ مِمَّنْ أَتَى بِمِثْلِ ذَلِكَ، وَإِذَا وَجَدْتُهُ عَنِ الصَّحَابَةِ فَإِنْ كَانُوا مُتَّفِقِينَ ذَكَرْتُهُ عَنْ أَعْلَاهُمْ دَرَجَةً بِأَصَحِّ الْأَسَانِيدِ

مجھ سے میرے بھائیوں کی ایک جماعت نے سوال کیا کہ (میں ان کے لئے) ایک مختصر تفسیر صحیح ترین اسانید سے جمع کروں پس میں نے قبول کیا اور اللہ کی توفیق سے تفسیر (مرتب کی) صحیح ترین اسناد سے اخبار نقل کئے ہیں قابل اطمینان متن کے ساتھ اگر مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث ملی تو صحابی کا قول نقل نہیں کرتا اور صحابہ کی تفسیر میں سے پاتا ہوں تو ان میں سے متفق (تفسیر) کو لیتا ہوں جو اعلی ترین درجہ کی سند کی ہوتی ہے۔(تفسیر ابن ابی حاتم ج 1 ص 14)

www.asnaashar.wordpress.com www.facebook.com/asnaashar12



Page |

# مقدمة المؤلف

## بسم الله الرحمن الرحيم

ولا حول ولا قوة إلا بالله، وصلى الله على محمد وآله.

قال الشيخ الإمام «الحافظ» أبو محمد ابن الإمام الحافظ الكبير أبي حاتم ـ محمد بن إدريس الرازي ـ رحمه الله ورضي عنه:

الحمد لله رب العالمين، وصلى الله على محمد خاتم الأنبياء وعلى آله أجمعين.

سألني جماعة من إخواني إخراج تفسير القرآن مختصراً بأصح الأسانيد، وحذف الطرق والشواهد والحروف والروايات، وتنزيل السور، وأن نقصد لإخراج التفسير مجرداً دون غيره، متقصّين تفسير الآي حتى لا نترك حرفاً من القرآن يوجد له تفسير إلا أخرج ذلك.

فأجبتهم إلى ملتمسهم، وبالله التوفيق، وإياه نستعين، ولا حول ولا قوة إلا بالله.

فتحريت إخراج ذلك بأصح الأخبار إسناداً، وأشبهها متناً، فإذا وجدت التفسير عن رسول الله صلى الله عليه وسلم ـ لم أذكر معه أحداً من الصحابة ممن أتى بمثل ذلك، وإذا وجدته عن الصحابة فإن كانوا متفقين ذكرته عن أعلاهم درجة بأصح الأسانيد، وسميت موافقيهم بحذف الإسناد.

علي ناصر

وإن كانوا مختلفين ذكرت اختلافهم وذكرت لكل واحد منهم إسناداً، وسميت موافقيهم بحذف الإسناد، فإن لم أجد عن الصحابة ووجدته عن التابعين عملت فيما أجد عنهم ماذكرته من المثال في الصحابة، وكذا أجعل المثال في أتباع التابعين وأتباعهم. جعل الله ذلك لوجهه خالصاً، ونفع به.

### فأما ماذكرنا عن أبي العالية في سورة البقرة بلا إسناد فهو ما:

حدثنا عصام بن رواد العسقلاني ثنا آدم عن أبي جعفر الرازي عن الربيع بن أنس عن أبي العالية.

# پہلی مرتبہ آڈیو بک کی شکل میں

از تحقیقات و تعلیقات

الشیخ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ
الشیخ المحدث شعیب الارنووط رحمہ اللہ
الشیخ عبد الرزاق مہدی رحمہ اللہ
الشیخ مصطفی السید محمد رحمہ اللہ
الشیخ محمد فضل عجماوی رحمہ اللہ
الشیخ حسن عباس قطب رحمہ اللہ
الشیخ محمد السید رشاد رحمہ اللہ
الشیخ علی احمد الباقی رحمہ اللہ
الشیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ
الشیخ مبشر احمد ربانی رحمہ اللہ

جدید محقق ایڈیشن

عصر حاضر کی تقریباً تمام تحقیقات سے استفادہ شدہ

# تفسیر ابن کثیر

| 6 | 5 | 4 | 3 | 2 | 1 |
|---|---|---|---|---|---|

تالیف
حافظ عماد الدین ابن کثیر الدمشقی رحمہ اللہ

ترجمہ
مولانا محمد جوناگڑھی رحمہ اللہ

اہتمام
تخریج وتحقیق
حافظ عمران ایوب لاہوری حفظہ اللہ

نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں کہ حوا کو جب وضع حمل ہوا تو ابلیس ان کے پاس آیا۔ ان کا بچہ زندہ نہیں رہتا تھا تو حوا کو مشورہ دیا کہ بچہ کا نام عبدالحارث رکھو تو وہ زندہ رہے گا۔ چنانچہ انہوں نے بچہ کا نام عبدالحارث رکھا اور وہ زندہ رہا۔ یہ شیطان کی طرف کی وحی تھی اور حارث شیطان کا نام ہوتا ہے۔ [1] اس حدیث میں تین علتیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ اس کا روای عمر بن ابراہیم ایک بصری شخص ہے۔

اگرچہ ابن معین نے اس کی توثیق کی ہے لیکن ابو حاتم نے کہا ہے کہ اس سے حجت نہیں پکڑی جا سکتی۔ دوسرے یہ کہ یہی روایت موقوفاً حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ کے اپنے قول سے مروی ہوئی ہے جو مرفوع نہیں۔ ابن جریر میں خود حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ کا کہنا ہے کہ آدم علیہ السلام نے اپنے بیٹے کا نام عبدالحارث رکھا۔ تیسرے یہ کہ اس کے راوی حسن سے بھی اس آیت کی تفسیر اس کے سوا بیان کی گئی ہے تو ظاہر ہے کہ اگر یہ مرفوع حدیث ان کی روایت کردہ ہوتی تو یہ خود اس کے خلاف تفسیر نہ کرتے۔ ابن جریر رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ یہ حضرت آدم علیہ السلام کا واقعہ نہیں بلکہ بعض دوسرے مذہب والوں کا ہے۔ اور یہ بھی مروی ہے کہ اس سے مراد بعض مشرک انسان ہیں جو ایسا کرتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ یہ یہود اور نصاریٰ کا فعل بیان ہوا ہے کہ اپنی اولاد کو اپنی روش پر ڈال لیتے ہیں۔ اس آیت کی جو تفسیریں بیان کی گئی ہیں ان سب میں بہتر یہی تفسیر ہے۔ غرض تعجب کے لئے گنجائش یہ تھی کہ ایسا متقی اور پرہیزگار آدمی ایک آیت کی تفسیر میں ایک مرفوع حدیث قول پیغمبر روایت کرے پھر اس کے خلاف خود تفسیر کرے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ حدیث مرفوع نہیں بلکہ وہ سمرہ کا اپنا قول ہے۔ اس کے بعد یہ خیال ہوتا ہے کہ ممکن ہے کہ سمرہ نے اہل کتاب سے ماخوذ کیا ہے، جیسے کعب اور وہب وغیرہ جو مسلمان ہو گئے تھے۔ انشاء اللہ اس کا بیان عنقریب آئے گا۔

غرض اس حدیث کا مرفوع ہونا تسلیم نہیں ہو سکتا۔ اب دوسری احادیث بھی اس بارے میں ہیں، یہ کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حوا سے جو اولاد ہوتی تھی۔ ان کو اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لئے مخصوص کر دیتی تھیں اور ان کا نام عبداللہ، عبیداللہ وغیرہ رکھتی تھیں۔ یہ بچے مرجاتے تھے۔ چنانچہ حضرت آدم علیہ السلام و حوا کے پاس ابلیس آیا اور کہنے لگا کہ اگر اپنی اولاد کا کچھ دوسرا نام رکھا کرو گے تو وہ زندہ رہے گا۔ اب حوا کا بچہ ہوا تو نام عبدالحارث رکھا۔ اسی سے متعلق اللہ پاک فرماتا ہے ﴿هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ﴾ تا آخر۔ حوا علیہا السلام کو شک تھا کہ حمل ہے یا نہیں۔ غرض جب وہ حمل سے بوجھل ہو گئی تو ان دونوں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ اگر جیتا جاگتا صالح بچہ ہوگا تو ہم بڑا شکر کریں گے۔ اب شیطان ان دونوں کے پاس آیا اور کہنے لگا تمہیں کیا خبر کہ کیسا بچہ پیدا ہوگا، جانور کی شکل وصورت کا ہوگا یا انسان۔ ایک غلط بات ان کی نگاہوں میں اچھی بنا کر پیش کی اور شیطان تو دھوکا دینے والا ہے ہی۔ اس سے پہلے دو بچے ہو چکے تھے اور مر چکے تھے۔ شیطان نے انہیں سمجھایا کہ اگر تم میرے نام پر اسی کا نام نہ رکھو گے تو نہ وہ ٹھیک پیدا ہوگا اور نہ زندہ رہے گا۔ چنانچہ انہوں نے اس بچہ کا نام عبدالحارث رکھا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ

---

[1] [ضعیف: ترمذی: کتاب تفسیر القرآن: باب ومن سورة الاعراف (٣٠٧٧) تفسیر ابن جریر الطبری (١٥٥٢٤) تفسیر ابن ابی حاتم (٨٦٣٧/٥) طبرانی (٦٨٩٥/٧) مستدرك حاكم (٥٤٥/٢) ابن عدی فی الکامل (١٧٠٠/٥)] شیخ البانی نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [ضعیف ترمذی، السلسلة الضعيفة (٣٤٢)]

جب اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا پر صحیح سالم بچہ دیا تو اس کا نام عبد الحارث رکھ کر اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کیا۔ ان آیتوں میں اسی کا بیان ہے اور ایک روایت میں ہے کہ پہلی دفعہ کے حمل کے وقت یہ (شیطان) آیا اور انہیں ڈرایا کہ میں وہی ہوں جس نے تمہیں جنت سے نکلوایا اب تم میری اطاعت کرو ورنہ میرے کرتب سے اس کے سینگ پیدا ہو جائے گا اور وہ پیٹ پھاڑ کر نکلے گا اور یہ ہوگا وہ ہوگا' غرض انہیں بہت خوف زدہ کر دیا مگر انہوں نے اس کی بات نہ مانی اللہ تعالیٰ کی مصلحت بچہ مردہ پیدا ہوا۔ دوسرا حمل ہوا پھر بھی بچہ مردہ پیدا ہوا۔ اب کے ابلیس نے آ کر اپنی بہت خیر خواہی جتلائی۔ بچے کی محبت غالب آ گئی اور اس کا نام انہوں نے عبد الحارث رکھ دیا۔ اسی بنا پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿جَعَلَا لَهُ شُرَكَاءَ فِيمَا آتَاهُمَا﴾ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس حدیث کو لے کر ان کے شاگردوں کی ایک جماعت نے بھی یہی کہا ہے۔ جیسے مجاہد' سعید بن جبیر' عکرمہ' قتادہ اور سدی۔ اسی طرح سلف سے لے کر خلف تک بہت سے مفسرین نے اس آیت کی تفسیر میں یہی کہا ہے۔ لیکن ظاہر یہ ہے کہ یہ واقعہ اہل کتاب سے لیا گیا ہے۔ اس کی ایک بڑی دلیل یہ ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما اسے ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں جیسے کہ ابن ابی حاتم میں ہے۔ پس ظاہر ہے کہ یہ بات اہل کتاب سے نقل کی گئی ہے جن کی بابت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ان کی باتوں کو نہ سچی کہو نہ جھوٹی۔ [1] ان کی روایتیں تین طرح کی ہوتی ہیں ایک تو وہ جن کی صحت کسی آیت یا حدیث سے ہوتی ہے۔ دوسری وہ جن کی تکذیب کسی آیت و حدیث سے ہوتی ہے۔ تیسری وہ جن کی بابت کوئی ایسا فیصلہ ہمارے دین میں نہ ملے تو بقول حکم حدیث اس کے بیان میں تو کوئی حرج نہیں۔ [2] لیکن اس کی تصدیق و تکذیب نہیں کرنی چاہیے۔ میرے نزدیک تو یہ اثر دوسری قسم کا ہے یعنی ماننے کے قابل نہیں اور جن صحابہ یا تابعین سے یہ مروی ہے انہوں نے اسے تیسری قسم کا سمجھ کر روایت کر دیا ہے۔ لیکن ہم تو وہی کہتے ہیں کہ جو حضرت حسن رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ مشرکوں کا اپنی اولاد میں اللہ کا شریک بنانے کا بیان ان آیتوں میں ہے نہ کہ حضرت آدم و حوا علیہما السلام کا۔ پس اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس شرک سے بلند و بالا ہے۔ ان آیتوں کا ذکر کر کے اس سے پہلے آدم و حوا علیہما السلام کا ذکر مثل تمہید کے ہے کہ ان اصلی ماں باپ کا ذکر کر کے پھر اور ماں باپ کا ذکر ہوا اور انہیں کا شرک بیان ہوا۔

اب شخصی و انفرادی ذکر ختم کر کے جنس کے ذکر کی طرف بات کا رخ پھیرا جاتا ہے۔ جیسے "ہم نے آسمان کی دنیا کو ستاروں سے زینت دی اور پھر انہیں ستاروں کو شیطان مار بھگانے کے کام میں لایا"۔ [3] اور یہ ظاہر ہے کہ جو ستارے زینت کے ہیں وہ جھڑتے نہیں' ان سے شیطانوں پر مار نہیں پڑتی' یہاں بھی بات کا رخ یوں پھیرا جاتا ہے کہ تاروں کی شخصیت سے تاروں کی جنس کی طرف۔ اس کی اور بہت سی نظیریں قرآن میں موجود ہیں۔ واللہ اعلم۔"

---

[1] [**ضعیف**: ابوداؤد: کتاب العلم: باب روایة حدیث اهل الکتاب (٣٦٤٤) مسند احمد (١٣٦/٤)] شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [ضعیف ابوداود، السلسلة الضعیفة (١٩٩١)]

[2] [**صحیح**: صحیح بخاری: کتاب احادیث الانبیاء: باب ماذکر عن بنی اسرائیل (٣٤٦١) ترمذی: کتاب العلم: باب ماجاء فی الحدیث عن بنی اسرائیل (٢٦٦٩) مسند احمد (٢٠٢/٢)]

[3] [سورہ الملك: آیت ٥]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# سید التفاسیر

المعروف بہ

# تفسیر اشرفی

شیخ الاسلام والمسلمین حضرت علامہ سید محمد مدنی اشرفی جیلانی مدظلہ العالی

# فَتَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۱۹۰﴾

تو بہت بلند ہے اللہ ان کے شرک سے●

(تو جب دے دی انکو) یعنی حضرت آدم وحواء کی نسل سے وابستہ دوفرد یعنی قصی اور انکی زوجہ کو انکی دعاؤں کے نتیجے میں (نیک اولاد، تو بنانے لگے اسکے شریک اسکے دیئے) یعنی عطا (میں)۔ اور نام رکھتے وقت عبدیت کی نسبت غیر خدا کی طرف کرنے لگے۔

۔۔الحاصل۔۔ آیت کریمہ کے ظاہر سے جو معلوم ہوتا ہے، کہ 'حضرت آدم وحواء نے شریک بنایا'، یہاں مراد یہ ہے کہ حضرت آدم وحواء کی 'آنے والی اولاد نے شریک بنالیا'، جسکی تشریح اوپر گزری، اسلئے کہ حضرت آدم نبی ورسول تھے جو کفر وشرک کے ارتکاب سے معصوم ہیں، ان سے شرک کا وقوع ہو ہی نہیں سکتا۔ ویسے بھی قرآن کریم میں شرک کے مرتکبین کا ذکر جمع کے صیغے سے کیا ہے، جس سے واضح ہوگیا کہ جن ارتکاب کرنے والوں کی طرف قرآنی اشارہ ہے، وہ کثیر ہیں۔

اس مقام پر یہ ذہن نشین رہے کہ قرآن وحدیث میں عبدیت بمعنی غلام، کی نسبت غیر خدا کی طرف جا بجا کی گئی ہے، اسلئے عبدالنبی اور عبدالمصطفیٰ وغیرہ کہنا اگر چہ کفر وحرام نہیں ہے اور نہ ہی مکروہِ تحریمی ہے، لیکن اسطرح کا نام رکھنے سے احتراز بہتر ہے، تاکہ کوتاہ نظر اور فہم وادراک سے کورے لوگ جن کو اس میں شرک کا شائبہ نظر آتا ہے، انکی زبان بندی ہوجائے اور انھیں بلاوجہ عام لوگوں کو گمراہ کرنے کا موقع نہ ملے۔

عبد کا ایک معنی عابد کے ہیں اور ایک معنی خادم کے ہیں، تو اگر چہ بولنے والے کا عقیدہ ونظریہ واضح دلیل ہے، کہ وہ اپنے کلام میں عبدالمصطفیٰ سے مصطفیٰ ﷺ کا خادم اور پیروکار ہی مراد لے رہا ہے، لیکن سننے والے مختلف ذہن وفکر اور الگ الگ فکری سطح کے ہوتے ہیں، تو انھیں عبداللہ اور عبدالنبی میں مذکورہ لفظ عبد کی باریکیوں کو سمجھانے سے زیادہ آسان یہ ہے، ایسے لفظ کے استعمال سے احتراز برتا جائے، اور کم فہموں کو اپنی ذات سے بدگمان ہونے کا موقع نہ دیا جائے۔۔۔اب جو لوگ غیر خدا کی طرف لفظ عبد کی نسبت کریں اور لفظ عبد سے عابد اور پجاری ہی مراد لیں۔۔۔

(تو) وہ سن لیں کہ (بہت بلند) اور بزرگ وبالا۔۔نیز۔۔ پاک وصاف (ہے اللہ) تعالیٰ (انکے شرک سے)۔

# قرآن کریم

ترجمانی

شاہ رفیع الدین بن شاہ ولی اللہ الدھلوی المتوفی ۱۲۳۵ھ

نواب وحید الزماں حیدر آبادی المتوفی ۱۳۳۸ھ

تفسیر

شیخ الحدیث محمد عبدہ الفلاح

شائع کردہ

مجمع البحوث العلمیۃ الاسلامیہ

ابو الکلام آزاد اسلامک اویکننگ سینٹر، نئی دہلی ۱۱۰۰۲۵

ف۱ اس کے ایک معنی تو یہ ہیں کہ زمین و آسمان اس کی دہشت سے کانپتے ہیں یا یہ کہ کسی مقرب فرشتہ اور نبی مرسلؑ کو اس کے وقوع کا علم نہیں ہو سکتا۔ (رازی) "حدیث جبرئیلؑ" میں آنحضرتؐ نے صرف اشراط ساعت بیان فرمائی ہیں اور دوسری روایات میں نزول عیسیٰؑ کو آثار قیامت میں سے قرار دیا ہے مگر ان کے وقوع کے بعد بھی قیامت اچانک اور دفعۃً واقع نہیں ہوگی۔ (کبیر) ف۲ کہ قیامت کے وقوع کا علم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں ہے یہ لوگ آپؐ سے بار بار اس طرح پوچھتے ہیں جیسا کہ آپؐ نے کرید اور جستجو کے بعد اس کا پورا پورا علم حاصل کر لیا ہے۔ ف۳ یعنی مشیئت الٰہی سے جو کچھ ہونا ہے ہو رہا ہے۔ مجھ میں ذاتی طور پر اتنا بھی اختیار و قدرت نہیں کہ میں اپنی جان سے کسی مضرت کو روک سکوں یا کچھ نفع حاصل کر سکوں۔ (کذافی السلفیہ)



يَسْـَٔلُونَكَ ... رَبِّيْ لَا يُجَلِّيْهَا لِوَقْتِهَآ اِلَّا هُوَ ثَقُلَتْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَا تَاْتِيْكُمْ

رب میرے کے ہے نہ ظاہر کرے گا اس کو وقت اس کے پر مگر وہی بھاری ہے بیچ آسمانوں کے اور زمین کے نہیں آوے گی تم پر

وہی اپنے وقت پر قیامت کو دکھلائے گا وہ آسمان اور زمین میں ایک بھاری بات ہے ف۱ وہ نہیں آئے گی مگر اچانک (ایکبار)

اِلَّا بَغْتَةً يَسْـَٔلُوْنَكَ كَاَنَّكَ حَفِيٌّ عَنْهَا قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ وَلٰكِنَّ

مگر ناگہاں سوال کرتے ہیں تجھ سے گویا کہ تو بحث کرنے والا ہے اس سے کہہ سوائے اس کے نہیں کہ علم اس کا نزدیک اللہ تعالیٰ کے ہے ولیکن

ایکا دفعۃً) یہ لوگ تجھ سے قیامت کو اس طرح پوچھتے ہیں جیسے تو اس سے واقف ہے کہہ دے قیامت کا علم تو صرف خدا ہی کو ہے لیکن اکثر

اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿١٨٧﴾ قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَا

بہت لوگ نہیں جانتے کہہ نہیں اختیار رکھتا میں واسطے جان اپنی کے نفع کا اور نہ ضرر کا مگر جو

لوگ یہ نہیں جانتے ف۲ اے پیغمبر! کہہ دے میں اپنی ذات کے نفع نقصان کا (بھی) مالک نہیں مگر جو اللہ

شَآءَ اللّٰهُ وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ وَمَا مَسَّنِيَ

چاہے اللہ تعالیٰ اور اگر ہوتا میں جانتا غیب کو البتہ بہت لے لیتا میں بھلائی سے اور نہ لگتی مجھ کو

چاہے ف۳ اور اگر میں غیب کی بات جانتا ہوتا تو اپنے لیے بہت سی بھلائی کر لیتا اور مجھے کچھ تکلیف نہ پہنچتی

السُّوْٓءُ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ وَّبَشِيْرٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿١٨٨﴾ ع هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ

برائی نہیں میں مگر ڈرانے والا اور خوش خبری دینے والا واسطے اس قوم کے کہ ایمان لاتے ہیں وہی ہے جس نے پیدا کیا تم کو

ف۴ میں تو کچھ نہیں مگر (ایک بندہ) ایمانداروں کو ڈرانے والا اور خوش خبری دینے والا ف۵ خدا تعالیٰ وہی ہے جس نے تم کو ایک

مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ اِلَيْهَا فَلَمَّا تَغَشّٰىهَا

جان ایک سے اور کیا اس سے جوڑا اس کا تو کہ آرام پکڑے طرف اس کی پس جب ڈھانکا اس نے اس کو

جان (آدمؑ) سے پیدا کیا ف۶ اور اسی سے اس کا جوڑا نکالا تاکہ اس کا دل اس سے لگ جائے پھر جب آدم نے حوا کو ڈھانپا

حَمَلَتْ حَمْلًا خَفِيْفًا فَمَرَّتْ بِهٖ فَلَمَّآ اَثْقَلَتْ دَّعَوَا اللّٰهَ رَبَّهُمَا لَئِنْ اٰتَيْتَنَا

اٹھا لیا اس نے بوجھ ہلکا پس چلی گئی ساتھ اس کے پس جب بوجھل ہو گئی دعا مانگی دونوں نے اللہ پروردگار اپنے سے اگر دے گا ہم کو

(یعنی ان سے صحبت کی) اس کو ہلکا سا بوجھ معلوم ہوا وہ چلتی پھرتی رہی جب بوجھل ہوئی تو دونوں نے (یعنی حوا اور آدم نے) اپنے مالک اللہ تعالیٰ سے دعا کی اگر تو ہم کو

صَالِحًا لَّنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ ﴿١٨٩﴾ فَلَمَّآ اٰتٰىهُمَا صَالِحًا جَعَلَا لَهٗ شُرَكَآءَ

تندرست البتہ ہوں گے ہم شکر کرنے والوں سے پس جب دیا ان کو تندرست کیے واسطے اس کے شریک بیچ اس چیز کے

اچھا پورا بچہ عنایت فرمائے گا تو ہم بیشک ضرور تیرے شکر گذار ہوں گے جب اللہ تعالیٰ نے ان کو اچھا پورا بچہ دیا تو جو اللہ تعالیٰ نے ان کو دیا تھا اس میں اللہ کے

فِيْمَآ اٰتٰىهُمَا فَتَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿١٩٠﴾ اَيُشْرِكُوْنَ مَا لَا يَخْلُقُ شَيْـًٔا

کر دیا تھا ان کو پس بلند ہے اللہ تعالیٰ اس چیز سے کہ شریک لاتے ہیں کیا شریک لاتے ہیں اس چیز کو کہ نہیں پیدا کرتے ہیں کچھ

شریک بنانے لگے ف۷ تو اللہ تعالیٰ برتر ہے ان کے شرک سے ف۸ کیا یہ لوگ ان کو اللہ کا شریک بناتے ہیں جو کچھ نہیں پیدا کرتے بلکہ خود اللہ کے

وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ ﴿١٩١﴾ وَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ لَهُمْ نَصْرًا وَّلَآ اَنْفُسَهُمْ يَنْصُرُوْنَ ﴿١٩٢﴾

اور وہ پیدا کیے جاتے ہیں اور نہیں کر سکتے واسطے ان کے مدد اور نہ اپنی جانوں کو وہ مدد کرتے ہیں

پیدا کیے ہوئے ہیں اور نہ وہ ان کی (یعنی شرک کرنے والوں کی) مدد کر سکتے ہیں اور نہ اپنی مدد کرتے ہیں ف۹



ف۴ یعنی نہ میں غیب دان ہی ہوں اگر ایسا ہوتا تو کتنے ہی فائدے ہیں جن کو پیشگی علم کی وجہ سے میں سمیٹ لیتا اور کتنے ہی نقصانات ہیں جن سے قبل از وقت آگاہ ہونے کی بنا پر میں بچ جاتا۔ یہاں لفظ "لو" سے ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرتؐ باوجود افضل المرسلین ہونے کے علم غیب نہیں رکھتے تھے۔ خود واقعہ "افک" ہمارے سامنے ہے کہ اس میں آنحضرتؐ کتنے دنوں تک مضطرب اور پریشان رہے آخر قرآن میں اللہ تعالیٰ نے حضرت عائشہؓ کی برأت نازل فرمائی تو آپ حقیقتِ حال سے آگاہ ہوئے۔ اس ایک واقعہ سے ہی آپؐ کو مختار کل اور غیب دان کہنے والے خود ہی فیصلہ کر سکتے ہیں۔

ف۵ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ انبیاؑ اور اولیا کو جو اللہ تعالیٰ نے سب لوگوں سے بڑا بنایا ہے۔ سو ان میں بڑائی یہی ہوتی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی راہ بتلاتے ہیں اور اس بات میں کچھ ان کی بڑائی نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو عالم میں تصرف کی قدرت دے دی ہو کہ موت و حیات ان کے اختیار میں ہو یا یہ کہ اللہ صاحب نے ان کو غیب دانی دے دی ہو کہ جس کے احوال جب چاہیں معلوم کر لیں (سلفیہ) اس آیت سے شرک کی جڑ کٹ گئی جب آنحضرتؐ کو جو تمام عالم کے سردار ہیں اپنی جان کے نفع و نقصان کا اختیار نہ ہو نہ غیب کی بات معلوم ہو تو کسی اور نبی یا ولی یا بزرگ یا فقیر یا جن یا فرشتے کو کیا قدرت ہے کہ کسی کو فائدہ یا نقصان پہنچائے یا کوئی غیب کی بات بتلائے۔ البتہ اللہ تعالیٰ جو غیب کی بات آنحضرتؐ کو بتا دیتا وہ آپ کو معلوم ہو جاتی اور آپ لوگوں کو اس کی خبر دے دیتے۔ (از وحیدی)

ف۶ یعنی آدم علیہ السلام سے، مزید تشریح کے لئے دیکھئے سورۃ نسا آیت ۱۔

ف۷ یعنی صحیح و سالم بچہ جس میں کوئی جسمانی نقص نہ ہو۔

ف۸ شرک یہ تھا کہ انہوں نے اپنے بیٹے کا نام عبد الحارث رکھا۔ (حارث ابلیس کا نام تھا جس سے وہ گروہ ملائکہ میں مشہور تھا۔) یہ تشریح جمہور مفسرینؒ کی تفسیر کے مطابق ہے اور اس کی بنیاد حضرت سمرہؓ کی ترمذی اور حاکم میں یہ روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جب حواؑ نے بچہ جنا تو ابلیس ان کے پاس آیا۔ ان کا کوئی لڑکا زندہ نہ رہتا تھا۔ ابلیس کہنے لگا اس کا نام عبد الحارث رکھو تو وہ زندہ رہے گا چنانچہ انہوں نے بچہ کا نام عبد الحارث رکھا اور وہ زندہ بچ گیا۔ یہ سب کچھ شیطان کے اشارے سے تھا لیکن حافظ ابن کثیرؒ اور بعض دوسرے محقق مفسرینؒ نے اس روایت کو ضعیف اور اسرائیلیات سے ماخوذ قرار دیا ہے خصوصاً جب کہ اس میں انبیاؑ سے شرک جیسے گناہ کی نسبت کی گئی ہے اس کے بجائے انہوں نے امام حسن بصریؒ کی اس تفسیر کو اختیار کیا ہے کہ "لیسکن الیھا" تک تو حضرت آدم و حوا علیہما السلام کا قصہ ہے لیکن اس کے بعد "فلما تغشاھا" سے عام لوگوں خصوصاً مشرکین عرب کی حالت کا نقشہ کھینچا گیا ہے۔ امام حسن بصریؒ وغیرہ کا کہنا ہے کہ بے شک ابتدا میں بطور تمہید آدم و حوا علیہما السلام کا ذکر ہے مگر اس کے بعد سلسلۂ کلام ان کی اولاد میں سے مشرکین کی طرف منتقل ہو گیا ہے اور اس کے نظائر قرآن میں موجود ہیں جن میں فرد کے ذکر سے سلسلۂ کلام جنس کی طرف منتقل ہو گیا ہے۔ اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ بعد میں فتعالی اللہ عما یشرکون وغیرہ آیات میں جمع کے الفاظ استعمال ہوتے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ جنس قوم مراد ہے۔ اگر یہ سارا قصہ آدمؑ اور حواؑ کے متعلق ہی تسلیم کر لیا جائے تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ جعلا لہ شرکاء میں استفہام انکاری ہے کہ کیا آدمؑ اور حواؑ نے شرک کیا تھا؟ جیسا کہ مشرکین عرب ان کی طرف شرک کی نسبت کرتے ہیں یعنی نہیں کیا۔ اس تاویل سے بھی شرک کی نسبت والا اعتراض دفع ہو سکتا ہے۔ (ابن کثیر، رازی)

ف۹ یعنی کفار قریش کے شرک سے۔ "یشرکون" بصیغۂ جمع ہے لہٰذا اس سے بالاتفاق مشرکین عرب مراد ہیں جیسا کہ مابعد والی آیت سے ثابت ہوتا ہے۔ (رازی)

ف۱۰ اس سلسلۂ کلام سے مقصود بتوں کی تردید ہے کہ ان میں الوہیت کی کوئی صفت بھی موجود نہیں ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی ان کو توڑ کر ٹکڑے ٹکڑے بھی کر ڈالے تو بھی وہ اپنے آپ کو نہیں بچا سکتے یا یہ نہ تو اپنے خدمتگاروں کو نفع پہنچا سکتے ہیں اور نہ اپنے مخالفین ہی کو ضرر تو پھر ان کی پوجا کیوں؟۔ (رازی)

۔ یعنی جب شوہر اپنی بیوی سے صحبت کرتا ہے تو اسے حمل ٹھہر جاتا ہے۔ ابتداء میں اس کا بوجھ ہلکا سا ہوتا ہے جسے [205] اٹھا کر عورت آسانی سے چلتی پھرتی اور گھر کے کام کاج کرتی رہتی ہے پھر جب حمل بھاری ہوجاتا ہے اور بچے کی ولادت قریب آجاتی ہے تو ہر میاں بیوی کی خواہش ہوتی ہے کہ اے اللہ ! اگر تو ہمیں صالح بیٹا دے (جو جسمانی لحاظ سے تندرست اور اخلاقی لحاظ سے نیک ہو) تو ہم تیرے شکر گزار ہوں گے۔ پھر جب اللہ مرد و عورت کو بیٹا دے دیتا ہے تو شرک کرنے والے شرک کرنے لگتے ہیں اور کہتے ہیں ہمیں ہمارے بتوں اور جھوٹے خداؤں نے بیٹا دیا ہے چنانچہ مشرکین عرب اپنے بچوں کے نام عبدالعزی، عبداللات، عبدالشمس وغیرہ رکھتے تھے جبکہ اللہ اس شرک سے بلند تر ہے یعنی اللہ تعالیٰ ہی اولاد عطا فرماتا ہے۔ اور مومن

اپنی اولاد کو اللہ ہی کی بندگی میں دیتا ہے اور ان کا نام عبداللہ، عبدالرحمٰن اور عبدالرحیم وغیرہ رکھتا ہے نہ کہ عبدالعزی و عبداللات۔ یاد رہے ! کہ اگر کوئی شخص یہ عقیدہ رکھے کہ اسے فلاں بزرگ کی دعا سے اولاد ملی ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں نہ یہ شرک ہے کیونکہ نیک لوگوں کی دعا سے اولاد کا ملنا حقیقت ہے۔ صحابہ کرام (رض) بھی حصول اولاد کے لیے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے دعا کرواتے تھے اور مولانا اشرف علی تھانوی صاحب فرماتے تھے کہ وہ خود ایک مجذوب کی دعا سے پیدا ہوئے

ہیں۔ (اشرف السوانح جلد اول)

: حضرت آدم و حوا کی طرف نسبت شرک کا ردّ

اس آیت کی تفسیر میں بعض ضعیف روایات ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت آدم و حواء کے ہاں اولاد نہ ہوتی تھی۔ انھوں نے اپنے بیٹوں کے نام عبداللہ و عبیداللہ رکھے تو وہ بیٹے فوت ہوگئے تب شیطان نے انھیں کہا کہ اگر وہ اپنے بیٹے کا نام اس کے نام پر عبدالحارث رکھیں تو وہ فوت نہ ہوگا تو انھوں نے ایسے ہی کیا اس بارہ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا : فَلَمَّآ اٰتٰىهُمَا

صَالِحًا جَعَلَا لَهٗ شُرَكَاۗءَ فِيْمَآ اٰتٰىهُمَا۔ (ترمذی کتاب التفسیر سورة اعراف حدیث 3077) ۔

اس حدیث کی سند میں عمر بن ابراہیم ہے جس نے یہ حدیث قتادہ سے لی ہے اور قتادہ نے سمرہ بن جندب (رض) سے، اب سنیے اس بارہ میں ائمہ رجال کیا کہتے ہیں۔ چنانچہ تہذیب التہذیب میں ہے : قال احمد ھو یروی عن قتادۃ احادیث منکرۃ یخالف وقال ابن عبدی یروی عن قتادۃ اشیاء لایوافق علیھا و حدیثہ عن قتادۃ خاصۃ مضطرب، یعنی امام احمد نے کہا یہ شخص (عمر بن ابراہیم) قتادہ سے منکر احادیث روایت کرتا ہے، جو (قرآن و سنت سے) مخالف ہیں اور ابن عدی نے کہا : وہ قتادہ سے ایسی روایات لاتا ہے جن سے موافقت نہیں کی جاسکتی، خصوصاً قتادہ سے اس کی روایت مضطرب ہے۔ دار قطنی نے کہا : عمر بن ابراہیم ضعیف اور متروک راوی ہے۔ (تہذیب التہذیب جلد 4

صفحہ 267 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

اسی لیے امام ابن کثیر نے بجا فرمایا : کہ یہ تمام روایات پایہ اعتبار سے ساقط اور اسرائیلیات میں سے ہیں۔ اللہ کے نبی آدم (علیہ السلام) کی طرف شرک کی نسبت کیسے جائز ہے۔ اس جگہ فَتَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ کے الفاظ بتا رہے ہیں کہ ان میں مشرکین کی حالت بتائی گئی ہے نہ کہ آدم (علیہ السلام) جیسے نبی کی۔

## (عمر)

### ۶۰۴۸- عمر بن ابراہیم (ت، ق، س) ابوحفص عبدی بصری

اس نے قتادہ اور مطر وراق سے روایت نقل کی ہے جبکہ اس سے اس کے بیٹے خلیل، عبدالصمد بن عبدالوارث، شاذ بن فیاض اور دیگر حضرات نے روایت نقل کی ہے، امام احمد اور دیگر حضرات نے اسے ثقہ قرار دیا ہے، عبدالصمد کہتے ہیں: یہ ثقہ سے اوپر کے مرتبہ کا ہے، ابوحاتم کہتے ہیں: اس سے استدلال نہیں کیا جائے گا، ابن عدی کہتے ہیں: اس نے قتادہ سے ایسی روایت نقل کی ہے جس میں اس کی موافقت نہیں کی گئی، عبداللہ بن احمد بیان کرتے ہیں: میں نے اپنے والد سے اس کے بارے میں دریافت کیا تو وہ بولے: اس سے منکر روایات منقول ہیں، عباد بن عوام نے اس سے ایک منکر حدیث روایت کی ہے، وہ ایک ایسا شخص تھا جو اہلِ رے سے تعلق رکھتا تھا۔

اس سے یہ روایت بھی منقول ہے جو اس نے اپنی سند کے ساتھ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے مرفوع حدیث کے طور پر نقل کی ہے:

''میری اُمت اُس وقت تک فطرت پر گامزن رہے گی جب تک وہ مغرب کی نماز کو اتنا مؤخر نہیں کریں گے کہ ستارے چمکنے لگیں''۔

اس راوی نے اپنی سند کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ مرفوع حدیث نقل کی ہے:

''حجرِ اسود جنت کا پتھر ہے''۔

یہ روایت حضرت انس رضی اللہ عنہ سے اُن کے اپنے قول کے طور پر بھی منقول ہے۔

عمر بن ابراہیم عبدی نامی راوی صدوق ہے، حسن الحدیث ہے اور اُس سے تھوڑی سی غلطی منقول ہے۔

اس راوی نے اپنی سند کے ساتھ حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کیا ہے:

''سیدہ حوا رضی اللہ عنہا کا کوئی بچہ زندہ نہیں رہتا تھا تو اُنہوں نے یہ نذر مانی کہ اگر اُن کا کوئی بچہ زندہ رہا تو وہ اُس کا نام عبدالحارث رکھیں گی، تو اُن کا ایک بچہ زندہ رہا جس کا نام اُنہوں نے عبدالحارث رکھا تو یہ شیطان کی وحی کی وجہ سے تھا''۔

اس حدیث کو امام حاکم نے ''صحیح'' قرار دیا ہے لیکن یہ ایک منکر روایت ہے جیسا کہ آپ خود جائزہ لے سکتے ہیں۔

مؤلفہ
الامام شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان الذہبی رحمہ اللہ
المتوفی ۷۴۸ھ

مترجم
مولانا ابوسعید مدظلہ

جلد پنجم

هٰذَا بَيَانٌ لِّلنَّاسِ وَهُدًى وَّمَوْعِظَةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَ

# تفہیم القرآن

سید ابوالاعلیٰ مودودی

جلد اول

ادارہ ترجمان القرآن
لاہور

لَئِنْ اٰتَيْتَنَا صَالِحًا لَّنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ ﴿۱۸۹﴾ فَلَمَّآ
اٰتٰهُمَا صَالِحًا جَعَلَا لَهٗ شُرَكَآءَ فِيْمَآ اٰتٰهُمَا ۚ فَتَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا
يُشْرِكُوْنَ ﴿۱۹۰﴾ اَيُشْرِكُوْنَ مَا لَا يَخْلُقُ شَيْـًٔا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ ﴿۱۹۱﴾

---

کہ اگر تو نے ہم کو اچھا سا بچہ دیا تو ہم تیرے شکر گزار ہوں گے۔ مگر جب اللہ نے ان کو ایک صحیح و سالم بچہ دے دیا تو وہ اس کی اِس بخشش و عنایت میں دوسروں کو اس کا شریک ٹھیرانے لگے۔ اللہ بہت بلند و برتر ہے ان مشرکانہ باتوں سے جو یہ لوگ کرتے ہیں[۱۴۶]۔ کیسے نادان ہیں یہ لوگ کہ اُن کو خدا کا شریک ٹھیراتے ہیں جو کسی چیز کو بھی پیدا نہیں کرتے بلکہ خود پیدا کیے جاتے ہیں،

---

۱۴۶؎ یہاں مشرکین کی جاہلانہ گمراہیوں پر تنقید کی گئی ہے۔ تقریر کا مدعا یہ ہے کہ نوعِ انسانی کو ابتداءً وجود بخشنے والا اللہ تعالیٰ ہے جس سے خود مشرکین کو بھی انکار نہیں۔ پھر ہر انسان کو وجود عطا کرنے والا بھی اللہ تعالیٰ ہی ہے اور اس بات کو بھی مشرکین جانتے ہیں۔ عورت کے رحم میں نطفے کو ٹھیرانا، پھر اس خفیف سے حمل کو پرورش کر کے ایک زندہ بچے کی صورت دینا، پھر اس بچے کے اندر طرح طرح کی قوتیں اور قابلیتیں ودیعت کرنا اور اس کو صحیح و سالم انسان بنا کر پیدا کرنا، یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔ اگر اللہ عورت کے پیٹ میں بندر یا سانپ یا کوئی اور عجیب الخلقت حیوان پیدا کر دے، یا بچے کو پیٹ ہی میں اندھا بہرا لنگڑا لولا بنا دے، یا اس کی جسمانی و ذہنی اور نفسانی قوتوں میں کوئی نقص رکھ دے تو کسی میں یہ طاقت نہیں ہے کہ اللہ کی اس ساخت کو بدل ڈالے۔ اس حقیقت سے مشرکین بھی اسی طرح آگاہ ہیں جس طرح موحّدین۔ چنانچہ یہی وجہ ہے کہ زمانۂ حمل میں ساری اُمیدیں اللہ ہی سے وابستہ ہوتی ہیں کہ وہی صحیح و سالم بچہ پیدا کرے گا۔ لیکن اس پر بھی جہالت و نادانی کے طغیان کا یہ حال ہے کہ جب اُمید بر آتی ہے اور چاند سا بچہ نصیب ہو جاتا ہے تو شکریے کے لیے نذریں اور نیازیں کسی دیوی، کسی اوتار، کسی ولی اور کسی حضرت کے نام پر چڑھائی جاتی ہیں اور بچے کو ایسے نام دیے جاتے ہیں گویا وہ خدا کے سوا کسی اور کی عنایت کا نتیجہ ہے، مثلاً حسین بخش، پیر بخش، عبدالرسول، عبدالعزّیٰ، اور عبد شمس وغیرہ۔

اس تقریر کے سمجھنے میں ایک بڑی غلط فہمی واقع ہوئی ہے جسے ضعیف روایات نے اور زیادہ تقویت پہنچا دی۔ چونکہ آغاز میں نوعِ انسانی کی پیدائش ایک جان سے ہونے کا ذکر آیا ہے، جس سے مراد حضرت آدم علیہ السلام ہیں، اور پھر فوراً ہی ایک مرد و عورت کا ذکر شروع ہو گیا ہے جنھوں نے پہلے تو اللہ سے صحیح و سالم بچے کی پیدائش کے لیے دعا کی اور جب بچہ پیدا ہو گیا تو اللہ کی بخشش میں دوسروں کو شریک ٹھیرا لیا، اس لیے لوگوں نے یہ سمجھا کہ یہ شرک کرنے والے میاں بیوی ضرور حضرت آدم و حوا علیہما السلام ہی ہوں گے۔ اس غلط فہمی پر روایات کا ایک خول چڑھ گیا اور ایک پورا قصہ تصنیف

وَلَا يَسْتَطِيعُونَ لَهُمْ نَصْرًا وَّلَآ أَنفُسَهُمْ يَنصُرُونَ ﴿۱۹۲﴾ وَإِن
تَدْعُوهُمْ إِلَى الْهُدَىٰ لَا يَتَّبِعُوكُمْ ۚ سَوَاءٌ عَلَيْكُمْ أَدَعَوْتُمُوهُمْ

جو نہ ان کی مدد کر سکتے ہیں اور نہ آپ اپنی مدد ہی پر قادر ہیں۔ اگر تم انہیں سیدھی راہ پر آنے کی دعوت دو تو وہ تمہارے پیچھے نہ آئیں، تم خواہ انہیں پکارو یا خاموش رہو، دونوں صورتوں میں

کر دیا گیا کہ حضرت حوا کے بچے پیدا ہو ہو کر مر جاتے تھے، آخر کار ایک بچے کی پیدائش کے موقع پر شیطان نے ان کو بہکا کر اس بات پر آمادہ کر دیا کہ اس کا نام عبدالحارث (بندۂ شیطان) رکھ دیں۔ غضب یہ ہے کہ ان روایات میں سے بعض کی سند نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک بھی پہنچا دی گئی ہے۔ لیکن درحقیقت یہ تمام روایات غلط ہیں اور قرآن کی عبارت بھی ان کی تائید نہیں کرتی۔ قرآن جو کچھ کہہ رہا ہے وہ صرف یہ ہے کہ نوع انسانی کا پہلا جوڑا جس سے آفرینش کی ابتدا ہوئی، اس کا خالق بھی اللہ ہی تھا، کوئی دوسرا اس کارِ تخلیق میں شریک نہ تھا، اور پھر ہر مرد و عورت کے ملاپ سے جو اولاد پیدا ہوتی ہے اس کا خالق بھی اللہ ہی ہے جس کا اقرار تم سب لوگوں کے دلوں میں موجود ہے۔ چنانچہ اسی اقرار کی بدولت تم امید و بیم کی حالت میں جب دعا مانگتے ہو تو اللہ ہی سے مانگتے ہو، لیکن بعد میں جب امیدیں پوری ہو جاتی ہیں تو تمہیں شرک کی سوجھتی ہے۔ اس تقریر میں کسی خاص مرد اور خاص عورت کا ذکر نہیں ہے بلکہ مشرکین میں سے ہر مرد اور ہر عورت کا حال بیان کیا گیا ہے۔

اس مقام پر ایک اور بات بھی قابل توجہ ہے۔ ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے جن لوگوں کی مذمت کی ہے وہ عرب کے مشرکین تھے اور ان کا قصور یہ تھا کہ وہ صحیح و سالم اولاد پیدا ہونے کے لیے تو خدا ہی سے دعا مانگتے تھے مگر جب بچہ پیدا ہو جاتا تھا تو اللہ کے اس عطیہ میں دوسروں کو شکریے کا حصہ دار ٹھیرا لیتے تھے۔ بلاشبہ یہ حالت بھی نہایت بُری تھی، لیکن اب جو شرک ہم توحید کے مدعیوں میں پا رہے ہیں وہ اس سے بھی بدتر ہے۔ یہ ظالم تو اولاد بھی غیروں ہی سے مانگتے ہیں، حمل کے زمانے میں منّتیں بھی غیروں کے نام ہی کی مانتے ہیں اور بچہ پیدا ہونے کے بعد نیازیں بھی انہی کے آستانوں پر چڑھاتے ہیں۔ اس پر بھی زمانۂ جاہلیت کے عرب مشرک تھے اور یہ موحّد ہیں، اُن کے لیے جہنم واجب تھی اور ان کے لیے نجات کی گارنٹی ہے، اُن کی گمراہیوں پر تنقید کی زبانیں تیز ہیں مگر ان کی گمراہیوں پر کوئی تنقید کر بیٹھے تو مذہبی درباروں میں بے چینی کی لہر دوڑ جاتی ہے۔ اسی حالت کا ماتم حالی مرحوم نے اپنی مسدس میں کیا ہے:۔

کرے غیر گر بُت کی پوجا تو کافر جو ٹھیرائے بیٹا خدا کا تو کافر
جھکے آگ پر بہر سجدہ تو کافر کواکب میں مانے کرشمہ تو کافر
مگر مومنوں پر کشادہ ہیں راہیں پرستش کریں شوق سے جس کی چاہیں
نبی کو جو چاہیں خدا کر دکھائیں اماموں کا رتبہ نبی سے بڑھائیں
مزاروں پہ جا جا کے نذریں چڑھائیں شہیدوں سے جا جا کے مانگیں دعائیں
نہ توحید میں کچھ خلل اس سے آئے نہ اسلام بگڑے نہ ایمان جائے

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ

# تیسیر القرآن

(اردو)

صحیح احادیث کی روشنی میں

# TAISEER UL QURAN


ترجمہ وتفسیر مولانا عبدالرحمٰن کیلانیؒ



مکتبۃ السلام سٹریٹ نمبر ۲۰ وسن پورہ لاہور

www.KitaboSunnat.com


زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ إِلَيْهَا ۖ فَلَمَّا تَغَشَّاهَا حَمَلَتْ حَمْلًا خَفِيفًا فَمَرَّتْ بِهِ ۖ فَلَمَّا أَثْقَلَتْ دَعَوَا اللَّهَ
رَبَّهُمَا لَئِنْ آتَيْتَنَا صَالِحًا لَنَكُونَنَّ مِنَ الشَّاكِرِينَ ﴿١٨٩﴾ فَلَمَّا آتَاهُمَا صَالِحًا جَعَلَا لَهُ شُرَكَاءَ فِيمَا

ایک جان سے پیدا کیا اور اس سے اس کی بیوی بنائی تاکہ اس کے ہاں سکون حاصل کرے۔ پھر جب کسی مرد نے اپنی بیوی سے صحبت کی تو اسے ہلکا سا حمل ہو گیا جس کے ساتھ وہ چلتی پھرتی رہی، پھر جب وہ بوجھل ہو گئی تو دونوں اپنے پروردگار سے دعا کرنے لگے کہ: اگر تو ہمیں تندرست بچہ عطا کرے تو ہم یقیناً شکر کرنے والوں سے ہوں گے (۱۸۹)

پھر جب اللہ نے انہیں تندرست لڑکا دے دیا تو وہ اللہ کی بخشش میں دوسروں کو شریک [۱۸۹] بنانے لگے جبکہ

پہلے اس کا علاج سوچ سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول سے فرمایا کہ آپ ﷺ لوگوں سے کہہ دیجئے کہ میں تو اپنے بھی نفع و نقصان کا کچھ اختیار نہیں رکھتا تو تمہارا یا دوسروں کے نفع و نقصان کا کیسے مختار ہو سکتا ہوں، اور دوسری بات اس سے یہ معلوم ہوتی ہے کہ جب مجھے اتنا بھی علم غیب حاصل نہیں کہ اپنا ہی نفع و نقصان سوچ سکوں تو قیامت کے واقع ہونے کے متعلق آپ کو کیا بتا سکتا ہوں؟۔

❁ غیب کی خبریں بتلانے والے:۔ اب اسی معیار پر ان لوگوں کو آپ پرکھ لیجئے جو ستاروں کی چالوں سے، ہاتھ کی لکیروں سے، مختلف طریقوں سے فال لینے سے یا جفر و رمل کے علم سے یا اپنے کشف سے علم غیب جاننے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ ان کے اس دعویٰ کی کیا حقیقت ہے۔ مثلاً ایک نجومی، جوتشی جو فٹ پاتھ پر بیٹھ کر قسمت کی انگوٹھیاں بیچتا اور مختلف طرح سے لوگوں کو ان کی قسمت کے احوال سے مطلع کرتا ہے اگر وہ یہ علم جانتا ہوتا تو کیا اس کی یہ حالت زار ہو سکتی تھی؟ کیا وہ چند دنوں میں امیر کبیر نہ بن سکتا تھا؟

دور نبوی ﷺ میں کاہن حضرات لوگوں کو غیب کی خبریں بتلایا کرتے اور اس غرض سے بڑے بڑے لوگ دور دور سے ان کے آستانوں پر آتے اور گراں قدر نذرانے پیش کرتے تھے۔ اس سلسلہ میں آپ ﷺ نے فرمایا "جو شخص غیب کی خبریں بتلانے والے کے پاس جائے اور اس سے کچھ پوچھے تو اس کی چالیس دن تک نماز قبول نہیں ہوتی۔" (مسلم۔ کتاب السلام، باب تحریم الکهانة و اتیان الكُهان بحوالہ کتاب التوحید باب ۲۶ ماجاء فی الکُهان ونحوهم) نیز آپ ﷺ نے فرمایا "جو کوئی کسی کاہن کے پاس جا کر دریافت کرے پھر اسے سچا سمجھے تو اس نے اس سے اظہار براءت کیا جو محمد ﷺ پر نازل ہوا ہے" (ابوداؤد۔ کتاب الطب باب فی الکاهن)

ان احادیث سے از خود یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ غیب کی خبریں بتلانے والا خود کافر ہوتا ہے۔

[۱۸۹] ❁ اولاد کے بارے میں شرکیہ افعال:۔ ترمذی میں ایک روایت آتی ہے کہ "آدم و حوا کے ہاں جو بچے پیدا ہوتے وہ مر جاتے تھے کیونکہ وہ کمزور الخلقت ہوتے تھے۔ ایک دفعہ جب سیدہ حوا کو حمل ہوا تو آدم و حوا دونوں نے اللہ سے

فَتَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝ اَيُشْرِكُوْنَ مَا لَا يَخْلُقُ شَيْئًا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ ۝ وَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ

اللہ ایسی چیزوں سے بلند تر ہے جو یہ لوگ شریک ٹھہراتے ہیں(۱۹۰) کیا وہ ایسی چیزوں کو شریک ٹھہراتے ہیں جن کا کسی چیز کو پیدا کرنا تو در کنار[۱۹۰] وہ تو خود پیدا کئے جاتے ہیں(۱۹۱) وہ نہ تو ان کی مدد کر سکتے ہیں اور نہ ہی اپنی

دعا کی کہ اگر تندرست بچہ پیدا ہوا تو ہم اللہ کے شکر گزار ہوں گے۔ اسی دوران شیطان نے حوا کو پٹی پڑھائی کہ اگر وہ اس ہونے والے بچے کا نام عبدالحارث رکھیں تو ان کا بچہ بچنا تندرست ہوگا اور زندہ رہے گا۔ حارث دراصل ابلیس کا نام تھا اور جن دنوں وہ فرشتوں میں ملا ہوا تھا اسی نام سے پکارا جاتا تھا۔ چنانچہ حوا نے شیطان سے اس بات کا وعدہ کر لیا اور سیدنا آدم کو بھی اس بات پر راضی کر لیا۔

اس روایت کو حافظ ابن کثیر نے تین وجہ سے معلول قرار دیا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ یہ سارا قصہ اسرائیلیات سے ماخوذ ہے نیز قرآن ہی کے الفاظ سے یہ قصہ کئی وجوہ سے باطل قرار پاتا ہے اور وہ یہ ہیں:۔

۱۔ ﴿ جَعَلَا لَهٗ شُرَكَآءَ ﴾ سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کا شریک صرف ایک شیطان ہی نہیں بنایا گیا بلکہ یہ شریک ایک جماعت یا کم از کم دو سے زیادہ ہیں۔

۲۔ ﴿عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴾ سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ شرک کرنے والے دو (آدم و حوا) نہ تھے بلکہ یہ بھی ایک جماعت ہے۔

۳۔ اگر شیطان کو ہی شریک بنایا تھا تو اس کے لیے مَن آنا چاہیے تھا جو ذوی العقول کیلئے آتا ہے حالانکہ یہاں ﴿مَا لَا يَخْلُقُ﴾ کے الفاظ ہیں۔

۴۔ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو سب نام سکھلا دیے تھے اگر ابلیس یا شیطان کا کوئی نام حارث بھی ہوتا تو وہ آپ کو ضرور معلوم ہونا چاہیے تھا کیونکہ اسی سے تو براہ راست آپ کی دشمنی ٹھن گئی تھی۔ علاوہ ازیں کسی بھی سند صحیح سے یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ سیدنا آدم کے کسی بیٹے کا نام عبدالحارث بھی تھا۔

اس آیت کے مخاطب دراصل مشرکین مکہ ہیں۔ ابتداء میں سیدنا آدمؑ و حوا کا ذکر ضرور ہے مگر بعد میں روئے سخن دور نبوی ﷺ کے مشرکین کی طرف مڑ گیا ہے جن کی عادت تھی کہ جب بچہ پیٹ میں ہوتا تو اس کی سلامتی اور تندرست و صحیح سالم بچہ پیدا ہونے کے لیے اللہ ہی سے دعائیں کیا کرتے تھے لیکن جب صحیح و سالم بچہ پیدا ہو جاتا تو اللہ کے اس عطیہ میں دوسروں کو بھی شکریے کا حصہ دار ٹھہرا لیتے تھے اور ان کے نام ایسے ہی رکھ دیتے جن میں شرک پایا جاتا مثلاً عبدالشمس، عبدالعزیٰ، عبد مناف وغیرہ اور نذریں نیازیں بھی اپنے دیوی دیوتاؤں کے آستانوں پر چڑھایا کرتے تھے۔ یہ حالت تو دور نبوی ﷺ کے مشرکین کی تھی۔ مگر آج کے دور کے مشرکین جو خود مسلمان ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں ان مشرکوں سے چار ہاتھ آگے نکل گئے ہیں۔ یہ اولاد بھی غیروں سے مانگتے ہیں حمل کے دوران منتیں بھی غیروں کے نام ہی کی مانتے ہیں اور بچہ پیدا ہونے کے بعد نیاز بھی انہی کے آستانوں پر جا کر چڑھاتے ہیں اور نام بھی مشرکانہ رکھتے ہیں جیسے پیراں دتہ، پیر بخش وغیرہ۔ پھر بھی یہ موحد کے موحد اور مسلمان کے مسلمان ہی رہتے ہیں۔

[۱۹۰] مخلوق الٰہ نہیں ہو سکتی:۔ اس آیت میں الوہیت کا یہ معیار پیش کیا گیا ہے کہ جو مخلوق ہو وہ الٰہ نہیں ہو سکتی۔ اس

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ

[illegible]

# تبیان القرآن

علامہ غلام رسول سعیدی

شیخ الحدیث دارالعلوم نعیمیہ کراچی۔ ۳۸

فرید بک سٹال (رجسٹرڈ)

۳۸۔ اردو بازار لاہور

يَّبۡطِشُوۡنَ بِهَآ اَمۡ لَهُمۡ اَعۡيُنٌ يُّبۡصِرُوۡنَ بِهَآ اَمۡ لَهُمۡ اٰذَانٌ

جن سے وہ پکڑ سکیں، یا ان کی آنکھیں ہیں جن سے وہ دیکھ سکیں، یا ان کے کان ہیں

يَّسۡمَعُوۡنَ بِهَا ؕ قُلِ ادۡعُوۡا شُرَكَآءَكُمۡ ثُمَّ كِيۡدُوۡنِ فَلَا تُنۡظِرُوۡنِ ﴿۱۹۵﴾

جن سے وہ سن سکیں، آپ کہیے کہ تم اپنے شرکاء کو بلاؤ اور پھر اپنی تدبیر مجھ پر آزماؤ اور اس کے بعد مجھے (بالکل) مہلت مت دو○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وہ (اللہ ہی) ہے جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا' پھر اسی سے اس کی بیوی بنائی تاکہ وہ اس سے سکون حاصل کرے' پھر جب مرد نے اسے ڈھانپ لیا تو اسے خفیف سا حمل ہو گیا وہ اسی کے ساتھ چل پھر رہی تھی' پھر جب وہ بوجھل ہو گئی تو دونوں نے اللہ سے دعا کی جو ان کا پروردگار ہے کہ اگر تو نے ہمیں صحیح و سالم بیٹا دیا تو ہم ضرور شکر گزاروں میں سے ہو جائیں گے○ پس جب اللہ نے انہیں صحیح و سالم بیٹا دے دیا تو انہوں نے اس کی عطا میں شریک ٹھہرا لیے سو اللہ اس سے بلند ہے جس میں وہ شرک کرتے ہیں○ (الاعراف: ۱۹۰-۱۸۹)

## ان روایات کی تحقیق جن میں مذکور ہے کہ حضرت آدم اور حوا نے اپنے بیٹے کا نام عبد الحارث رکھا

امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب حوا حاملہ ہو گئیں تو ان کے پاس ابلیس گیا' حوا کا کوئی بچہ زندہ نہیں رہتا تھا' ابلیس نے ان سے کہا تم اس کا نام عبد الحارث رکھ دو' انہوں نے اس کا نام عبد الحارث رکھ دیا پھر وہ بچہ زندہ رہا' یہ کام شیطان کے وسوسہ سے تھا۔ امام عبد الرزاق نے قتادہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے نام رکھنے میں شرک کیا تھا عبادت میں شرک نہیں کیا تھا۔

(تفسیر امام عبد الرزاق رقم الحدیث: ۹۶۸' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۰۸۸' مسند احمد ج ۷' رقم الحدیث: ۲۰۱۳۷' المستدرک ج ۲' ص ۵۴۵' الدر المنثور ج ۳' ص ۶۲۳)

امام ترمذی نے کہا ہے کہ یہ حدیث صرف عمر بن ابراہیم از قتادہ کی سند سے مروی ہے۔ اور اس کی روایت لائق احتجاج نہیں ہے۔

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

امام احمد نے کہا ہے اس نے قتادہ سے منکر احادیث روایت کی ہیں۔ امام ابن عدی نے کہا اس نے قتادہ سے ایسی احادیث روایت کیں ہیں جن میں اس کی کوئی موافقت نہیں کرتا۔ امام ابن حبان نے اس کا ضعفاء میں شمار کیا اور کہا جب یہ قتادہ سے روایت میں منفرد ہو تو اس کی روایت سے استدلال نہیں کیا جائے گا۔

(تہذیب التہذیب ج ۷' ص ۳۵۹' رقم الحدیث: ۵۰۴۰' تہذیب الکمال رقم الحدیث: ۴۲۰۰' لسان المیزان ج ۳' رقم الحدیث: ۱۹۵۹)

حافظ عماد الدین اسماعیل بن کثیر متوفی ۷۷۴ھ اس روایت کے متعلق لکھتے ہیں:

یہ روایت اہل کتاب کے آثار سے ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث صحیح ہے کہ جب اہل کتاب تم سے حدیث

WWW.NAFSEISLAM.COM

بیان کریں تو تم ان کی تصدیق کرو نہ تکذیب کرو اور اہل کتاب کی روایات کی تین قسمیں ہیں' بعض وہ ہیں جن کا صحیح ہونا ہمیں کتاب اور سنت سے معلوم ہے۔ بعض وہ ہیں جن کا کذب ہمیں کتاب اور سنت سے معلوم ہے۔ (مثلاً حضرت عیسیٰ کو یہود کا سولی پر لٹکانا) اور بعض وہ ہیں جن کا صدق یا کذب متعین نہیں ہے۔ اور اس روایت کا کذب ہمیں معلوم ہے کیونکہ اگر دونوں میاں بیوی سے مراد حضرت آدم اور حوا ہوں تو لازم آئے گا کہ وہ دونوں مشرک ہوں کیونکہ اس سے اگلی آیت میں ہے پس جب اللہ نے انہیں صحیح و سالم بیٹا دے دیا تو انہوں نے اس کی عطا میں شریک ٹھہرا لیے اور حضرت آدم علیہ السلام اللہ کے نبی ہیں اور معصوم ہیں ان کا شرک کرنا عادۃً محال ہے' اور امام عبدالرزاق کی روایت کلبی سے ہے اور اس کا حال سب کو معلوم ہے۔

(تفسیر ابن کثیر ج ۳' ص ۲۶۵' مطبوعہ دار الاندلس بیروت' ۱۳۸۵ھ)

امام ابن جریر متوفی ۳۱۰ھ اور امام ابن ابی حاتم متوفی ۳۲۷ھ نے اپنی اپنی سندوں سے روایت کیا ہے:

سعید بن جبیر بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت آدم اور حوا کو زمین پر اتار اگیا تو حضرت آدم کی طبیعت میں شہوت ڈال دی گی اور انہوں نے حضرت حوا سے عمل زوجیت کیا' جس کے نتیجہ میں وہ حاملہ ہوگئیں اور ان کے پیٹ میں بچہ حرکت کرنے لگا اور وہ سوچتی تھیں کہ یہ کیا چیز ہے؟ ان کے پاس ابلیس گیا اور کہنے لگا تم نے زمین پر اونٹنی' گائے' بکری' دنبہ اور بھیڑ کو دیکھا ہے؟ ہو سکتا ہے تمہارے پیٹ سے ایسی ہی کوئی چیز نکلے' حضرت حوا یہ سن کر گھبرا گئیں' اس نے کہا میری بات مان لو' اس کا نام عبدالحارث رکھو تو پھر تمہارے مشابہ بچہ پیدا ہوگا۔ حواء نے حضرت آدم علیہ السلام سے اس واقعہ کا ذکر کیا۔ حضرت آدم نے فرمایا یہ وہ شخص ہے جس نے ہم کو جنت سے نکلوایا تھا' وہ بچہ مرگیا' حضرت حوا دوبارہ حاملہ ہوئیں ابلیس پھر ان کے پاس گیا اور کہا میری بات مان لو اس کا نام عبدالحارث رکھو' اور ابلیس کا نام فرشتوں میں حارث تھا' اس نے کہا ورنہ کوئی اونٹنی یا گائے یا بکری یا بھیڑ پیدا ہوگی یا تمہارے مشابہ بچہ ہوا تو میں اس کو مار دوں گا جیسے میں نے پہلے بچہ کو مار دیا تھا۔ حواء نے اس واقعہ کا حضرت آدم سے ذکر کیا انہوں نے گویا اس پر ناگواری ظاہر نہیں کی' تو حواء نے اس بچہ کا نام عبدالحارث رکھ دیا۔ سعید بن جبیر نے ان آیات کا مصداق حضرت آدم اور حوا کو قرار دیا ہے۔

(جامع البیان جز ۹' ص ۱۹۳' تفسیر امام ابن ابی حاتم ج ۵' ص ۱۶۳۲' الدر المنثور ج ۳' ص ۶۲۴)

یہ روایت بھی باطل ہے۔ کیونکہ حضرت آدم نے اگر اپنے بیٹے کا نام عبدالحارث بہ طور علم رکھا تھا اور اس کے لفظی معنی کا لحاظ نہیں کیا تھا تو پھر یہ نام رکھنا شرک نہ ہوا کیونکہ اسماء اعلام میں الفاظ کے معانی اصلیہ کا اعتبار نہیں ہوتا۔ پھر حضرت آدم علیہ السلام کو ان آیات کا مصداق قرار دینا صحیح نہ ہوا اور اگر حضرت آدم نے اپنے بیٹے کا نام عبدالحارث بہ طور صفت رکھا تھا تو پھر یہ شرک ہے اور حضرت آدم علیہ السلام نبی معصوم ہیں ان سے شرک کیسے متصور ہو سکتا ہے یہ کیوں کر متصور ہو سکتا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام اپنے بیٹے کو ابلیس کا بندہ قرار دیں۔

## جعلا لہ شرکاء (انہوں نے اللہ کے شریک بنا لیے) کی توجیہات

اب پھر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ قرآن مجید میں ہے تو دونوں نے اللہ سے دعا کی نیز دوسری روایت میں ہے: جب اللہ نے انہیں صحیح و سالم بیٹا دے دیا تو انہوں نے اس کی عطا میں شریک ٹھہرا لیے یہ دعا کرنے والے اور شریک ٹھہرانے والے کون تھے؟ مفسرین کرام نے ان آیات کی حسب ذیل توجیہات کی ہیں:

۱- ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے مشرکین کا جہل اور ان کا شرک بیان فرمایا ہے کہ وہ اللہ ہی ہے جس نے تم میں سے ہر شخص کو پیدا کیا ہے' اور اسی کی جنس سے اس کی بیوی بنائی اور جب شوہر نے اپنی بیوی سے عمل زوجیت کر لیا اور وہ حاملہ ہوگئی تو دونوں

میاں اور بیوی نے اللہ سے دعا کی' جو ان کا رب ہے کہ اگر تو نے ہمیں صحیح و سالم بیٹا دیا تو ہم تیرے شکر گزاروں میں سے ہو جائیں گے اور جب اللہ تعالیٰ نے انہیں صحیح و سالم بیٹا دے دیا تو وہ اللہ کی دی ہوئی نعمت میں شرک کرنے لگے۔ دہریے کہتے ہیں کہ بچہ کا اس طرح پیدا ہونا انسان کی فطرت کا تقاضا ہے۔ ستارہ پرست کہتے ہیں کہ یہ ستاروں کی چال اور ان کی تاثیر سے پیدا ہوا اور بت پرست یہ کہتے ہیں کہ یہ ان کے بتوں اور دیوی دیوتاؤں کی دین ہے۔ اور یہ لوگ اس حقیقت کو فراموش کر دیتے ہیں کہ فطرت ہو یا ستارے' بت ہوں یا دیوی اور دیوتا' سب کا پیدا کرنے والا اللہ ہے۔ جس نے ان سب کو پیدا کیا ہے اسی نے اولاد کو بھی پیدا کیا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بڑھاپے میں اسی نے بیٹا دیا' حضرت زکریا جب بڑھاپے میں اولاد سے ناامید ہو چکے تھے تو انہوں نے اسی کو پکارا اور اسی سے دعا کرنے کے سبب اللہ تعالیٰ نے ان کی بوڑھی اور بانجھ بیوی کو فرزند عطا کیا۔ سو اولاد کی طلب کے لیے اسی کے آستانہ پر سر جھکانا چاہیے اور اولاد پانے کے بعد اسی کا شکر ادا کرنا چاہیے' البتہ اولاد کی طلب کے لیے نیک لوگوں اور بزرگوں سے دعا کرانا جائز ہے اور ان کے وسیلہ سے دعا مانگنا بھی جائز ہے۔

طلب اولاد کے لیے اگر نذر ماننی ہو تو اللہ کی عبادت مقصودہ کی نذر مانی جائے' نذر عبادت ہے اس لیے کسی ولی یا بزرگ کی نذر ماننا جائز نہیں ہے' اگر کسی بزرگ کی دعا سے اولاد ہو یا ان کے وسیلہ کے ساتھ دعا کرنے سے اولاد ہو' تب بھی اللہ کا شکر ادا کرے اور یوں کہے کہ فلاں بزرگ کے وسیلہ سے یا ان کی دعا سے اولاد ہوئی' اور اگر عقیدہ یہ ہو کہ اللہ کے عطا کرنے سے اولاد ہوئی ہے اور فلاں بزرگ وسیلہ ہیں' اور یوں کہے کہ فلاں بزرگ نے اولاد عطا کی ہے تو یہ سبب کی طرف نسبت ہونے کی وجہ سے شرک نہیں ہے لیکن افضل اور اولیٰ یہی ہے کہ اس مجازی نسبت کا ذکر کرنے کی بجائے حقیقی نسبت کا ذکر کرے اور اللہ تعالیٰ ہی کا شکر ادا کرے جس نے اس بزرگ کی دعا قبول فرمائی اور جائز حد تک اس بزرگ کی بھی تعظیم کرے کیونکہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جو شخص لوگوں کا شکر ادا نہیں کرتا وہ اللہ کا بھی شکر ادا نہیں کرتا۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۸۱۱' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۹۶۱' مسند احمد ج ۲' ص ۲۵۸' مشکوۃ رقم الحدیث: ۳۰۲۵' مجمع الزوائد ج ۵' ص ۲۱۷)

۲- اس آیت میں ان قریش سے خطاب ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں تھے' اور وہ قصی کی اولاد تھے' اور اس آیت سے مراد یہ ہے کہ وہ اللہ ہی ہے جس نے تم کو ایک نفس یعنی قصی سے پیدا کیا اور اس کی جنس سے اس کی بیوی عربیہ قرشیہ بنائی تاکہ وہ اس سے سکون حاصل کرے اور جب اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا کے موافق ان کو صحیح و سالم بیٹا عطا فرما دیا تو ان دونوں میاں بیوی نے اس کی دی ہوئی نعمت میں اللہ تعالیٰ کے شریک گھڑ لیے اور انہوں نے اپنے چار بیٹوں کے یہ نام رکھے۔ عبد مناف' عبد العزیٰ' عبد قصی اور عبد اللات اور اس کے بعد ان کے متبعین کے متعلق فرمایا سو اللہ اس سے بلند ہے جس میں وہ شرک کرتے ہیں۔

۳- اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ یہ آیات حضرت آدم اور حواء کے متعلق ہیں تو یہ آیتیں مشرکین کے رد میں نازل ہوئی ہیں اور اشکال کا جواب یہ ہے کہ یہاں ہمزہ استفہام کا مقدر ہے یعنی اجعلا لہ شرکاء اور ان آیتوں کا معنی اس طرح ہو گا کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم اور حواء کی دعا کے موافق ان کو صحیح و سالم بیٹا عطا کر دیا تو کیا انہوں نے اللہ کے شریک گھڑ لیے تھے؟ تو اے مشرکو! تم کیوں اللہ کے لیے شریک گھڑتے ہو؟ اور اللہ اس چیز سے بلند ہے جس میں یہ مشرک اللہ کے لیے شریک بناتے ہیں۔

۴- اس صورت میں دوسرا جواب یہ ہے کہ یہاں جعلا کا فاعل اولادھما ہے اور مضاف کو حذف کر کے مضاف الیہ کو اس کا قائم

مقام کر دیا جو جعلا میں ضمیر فاعل ہے اور معنی اس طرح ہے اور جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم اور حواء کی دعا کے موافق ان کو صحیح و سالم بیٹا دیا تو ان کی اولاد نے اللہ کی دی ہوئی نعمت میں شریک گھڑ لیے۔

۵- قتادہ نے حسن سے روایت کیا ہے کہ یہ آیتیں یہود اور نصاریٰ سے متعلق ہیں یعنی جب اللہ تعالیٰ نے ان کو ان کی دعا کے موافق صحیح و سالم بیٹا دے دیا تو انہوں نے اس اولاد کو یہود و نصاریٰ بنا دیا اور یوں اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کیا۔

(جامع البیان جز ۹' ص ۱۹۷' زاد المسیر ج ۳' ص ۳۰۳)

۶- حوا ہر مرتبہ ایک مذکر اور ایک مونث دو بچے جنتی تھیں اور جعلا کا فاعل یہ دو بچے ہیں۔ یعنی جب ان کی دعا سے حضرت حوا کے دو صحیح و سالم بچے ہو گئے تو ان بچوں نے بڑے ہو کر اللہ کے شریک بنا لیے یا پھر ان کی اولاد در اولاد نے۔

(زاد المسیر ج ۳' ص ۳۰۳' مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت' ۱۴۰۷ھ)

## غلط طریقہ سے نام لینے اور نام بگاڑنے کی مذمت

بعض تفاسیر کے مطابق ان آیتوں میں شرک فی التسمیہ (نام رکھنے میں شرک) کی مذمت فرمائی ہے۔ یعنی عبد الحارث' عبد العزیٰ' عبد اللات وغیرہ نام رکھنا شرک ہیں۔ اور عبد اللہ اور عبد الرحمٰن ایسے نام رکھنے چاہئیں۔ ہمارے زمانہ میں نام کے سلسلہ میں بہت فروگزاشت پائی جاتی ہے بعض لوگ اپنے بچے کا نام عبد الرحمٰن یا عبد الخالق رکھتے ہیں اور لوگ اس کو رحمٰن صاحب خالق صاحب کہتے ہیں۔ کسی کا نام عبد الغفور ہوتا ہے اس کو لوگ غفور ا' غفورا کہتے ہیں۔ کسی کا نام انعام الٰہی ہوتا ہے اور لوگ اس کو الٰہی صاحب کہتے ہیں یہ پڑھے لکھے لوگوں کا حال ہے اور پنجاب میں جو ان پڑھ لوگ ہیں وہ غلام محمد کو گاما اور غلام رسول کو سولا کہتے ہیں اور جس کا نام کنیز فاطمہ ہو اس کو پھتو کہتے ہیں۔ یہ نام تو صحیح اور مستحب ہیں لیکن ان ناموں کو غلط طریقہ سے پکارنے والے سخت بے ادبی اور گناہ کے مرتکب ہوتے ہیں۔ قرآن مجید میں ہے:

وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِیْمَانِ وَمَنْ لَّمْ یَتُبْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ○ (الحجرات ۱۱)

اور ایک دوسرے کو برے القاب سے نہ بلاؤ کیا برا نام ہے ایمان کے بعد فاسق کہلانا' اور جو لوگ توبہ نہ کریں سو وہی لوگ ظلم کرنے والے ہیں۔

## بچوں کا نام رکھنے کی تحقیق

دوسری بڑی خرابی نام رکھنے کے سلسلہ میں ہے لوگوں کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ نام رکھنے میں انفرادیت ہو اور ان کو یہ شوق ہوتا ہے کہ ان کے بچے کا نام نیا اور اچھوتا ہو۔ خواہ اس کا مطلب' معنی کچھ نہ ہو۔ اس کی ایک عام مثال یہ ہے کہ لوگ شرجیل نام رکھتے ہیں۔ حالانکہ یہ مہمل لفظ ہے اصل لفظ شرحبیل ہے۔ اسی طرح بچی کا نام ثوبیہ رکھتے ہیں یہ بھی مہمل لفظ ہے اصل لفظ ثویبہ ہے۔ بہترین نام عبد اللہ اور امتہ اللہ ہیں' ہم چاہتے ہیں کہ نام رکھنے کے سلسلہ میں نبی ﷺ نے جو ہدایات دیں ان پر مشتمل احادیث کو یہاں بیان کر دیں۔

## پسندیدہ اور ناپسندیدہ ناموں کے متعلق احادیث

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ کے نزدیک تمہارے سب سے پسندیدہ نام عبد اللہ اور عبد الرحمٰن ہیں۔

(صحیح مسلم الآداب ۲ (۲۱۳۲) ۵۴۸۳' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۸۴۱' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۷۲۸)

حضرت زینب بنت ابی سلمہ رضی اللہ عنہما بیان کرتی ہیں کہ میرا نام برہ (نیکو کار) رکھا گیا تھا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم

# تفسير الطبري

من كتابه

## جامع البيان عن تأويل آي القرآن

هذبه وحققه وضبط نصه وعلق عليه

الدكتور بشار عواد معروف عصام فارس الحرستاني

المجلد الثالث

المائدة إلى الأعراف

مؤسسة الرسالة

فقال بعضهم: ذلك هو أن يكونَ الحملُ غلاماً.

وقال آخرون: بل هو أنْ يكونَ المولودُ بشراً سَوِيًّا مثلهما، ولا يكون بهيمة.

والصوابُ من القولِ في ذلك أنْ يُقالَ: إنَّ الله أخبر عن آدمَ وحواء أنهما دَعَوَا الله رَبَّهما بحملِ حواء، وأقسما لئن أعطاهُمَا ما في بطنِ حواء، صالحاً، ليكونانِ لله من الشاكرينَ.

و«الصلاح»، قد يشمل معاني كثيرة: منها «الصلاح» في استواءِ الخَلْقِ، ومنها «الصلاح» في الدِّين، و«الصلاح»، في العقلِ والتدبير.

وإذْ كان ذلك كذلك، ولا خبرَ عن الرسولِ يُوجِبُ الحجةَ بأنَّ ذلك على بعضِ معاني «الصلاح» دونَ بعضٍ، ولا فيه من العقلِ دليلٌ، وَجَبَ أن يُعَمَّ كما عَمَّهُ اللهُ فيقال: إنهما قالا: «لَئِنْ آتَيْتَنا صَالحاً»، بجميعِ معاني «الصلاح».

وأما معنى قوله: «لنكونَنَّ من الشاكرين»، فإنه: لنكونَنَّ مِمَّنْ يَشْكُرُكَ على ما وهبتَ له من الولدِ صالحاً.

## القَوْلُ فِي تَأْوِيلِ قَوْلِهِ تَعالَى: ﴿فَلَمَّآ ءَاتَىٰهُمَا صَٰلِحًا جَعَلَا لَهُۥ شُرَكَآءَ فِيمَآ ءَاتَىٰهُمَاۚ فَتَعَٰلَى ٱللَّهُ عَمَّا يُشْرِكُونَ ١٩٠﴾

يقول تعالى ذِكْرُه: فلما رَزَقَهُمَا اللهُ ولداً صالحاً كما سألا «جعلا له شُركاءَ فيما آتاهما»، ورَزَقَهُمَا.

ثم اختلف أهلُ التأويل في «الشركاء» التي جَعَلاها فيما أُوتِيَا من المولود.

الأعراف: ١٩٠

فقال بعضهم: جعلا له شُركاءَ في الاسم.

وقال آخرون: بل المعنيُّ بذلك: رجلٌ وامرأة من أهلِ الكفرِ من بني آدم، جعلا للهِ شُركاءَ من الآلهةِ والأوثانِ حين رَزَقهما ما رَزَقَهُمَا من الولدِ. وقالوا: معنى الكلام: «هو الذي خلقكم من نفسٍ واحدة وجعَلَ منها زَوْجَها ليسكُنَ إليهـا فلمـا تَغشَّـاهـا»، أي هذا الرجلُ ـ «حملت حملاً خفيفاً فلما أثقلت»، دَعَـوْتُمَـا اللهَ رَبَّكُما. قالوا: وهذا مما ابْتُدِىءَ به الكلامُ على وجه الخطاب، ثم رُدَّ إلى الخبرِ عن الغائبِ، كما قِيلَ: ﴿هُوَ الَّذِي يُسَيِّرُكُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ حَتَّى إِذَا كُنْتُمْ فِي الْفُلْكِ وَجَرَيْنَ بِهِمْ بِرِيحٍ طَيِّبَةٍ﴾ [يونس: ٢٢] وقد بَيَّنَّا نظائرَ ذلكَ بشواهدِه فيما مضى قَبْلُ.

وأوْلى القولين بالصوابِ، قولُ مَنْ قالَ: عَنَى بقوله: «فلما آتاهُمَا صالحاً جعلا له شركاء» في الاسم، لا في العبادة ـ وأن المعنيَّ بذلك آدم وحواء، لإجماعِ الحُجَّةِ من أهلِ التأويلِ على ذلك.

فإنْ قال قائلٌ: فما أنتَ قائلٌ ـ إذْ كان الأمرُ على ما وصفت في تأويلِ هذه الآية، وأنَّ المعنيَّ بها آدم وحواء ـ في قوله: «فتعالى اللهُ عَمَّا يُشركون»؟ أهو استنكافٌ من الله أنْ يكونَ له في الأسماء شريكٌ، أو في العبادة؟ فإنْ قلت: «في الأسماء»، دلَّ على فسادِه قوله: «أيُشْرِكُونَ ما لا يخلقُ شيئاً وهم يُخْلَقُون»؟ فإنْ قلت: «في العبادة»، قيلَ لك: أفكانَ آدمُ أشرك في عبادةِ اللهِ غيرَهُ؟

قيل له: إنَّ القـولَ في تأويل قوله, «فتعالى الله عما يشركون»، ليس بالذي ظننتَ. وإنما القولُ فيه: فتعالى الله عما يُشْرِكُ به مشركُو العربِ من عَبَـدَةِ الأوثانَ. فأمَّا الخبرُ عن آدم وحواء، فقد انقضى عند قولِهِ: «جَعَلا له شُركاء فيما آتاهما»، ثم استؤنف قوله: «فتعالى الله عما يشركون».

وَ اَنْزَلْنَاۤ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ

اور ہم نے آپ کی طرف یہ نصیحت اتاری تا کہ آپ لوگوں کے لیے کھول کر بیان کردیں جو کچھ ان کی طرف اتارا گیا ہے۔ (النحل: 44)

# تفسیر القرآن الکریم

حافظ عبد السلام بن محمد حفظہ اللہ

## جلد اوّل

سُورۃ الفاتحۃ تا سُورۃ التوبۃ

Dar-ul-Andlus

هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّ جَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِیَسْكُنَ اِلَیْهَا ۚ فَلَمَّا تَغَشّٰىهَا حَمَلَتْ حَمْلًا خَفِیْفًا فَمَرَّتْ بِهٖ ۚ فَلَمَّاۤ اَثْقَلَتْ دَّعَوَا اللّٰهَ رَبَّهُمَا لَىٕنْ اٰتَیْتَنَا صَالِحًا

وہی ہے جس نے تمھیں ایک جان سے پیدا کیا اور اس سے اس کا جوڑا بنایا، تاکہ وہ اس کی طرف (جاکر) سکون حاصل کرے، پھر جب اس نے اس (عورت) کو ڈھانکا تو اس نے ہلکا سا حمل اٹھا لیا، پس اسے لے کر چلتی پھرتی رہی، پھر جب وہ بھاری ہوگئی تو دونوں نے اللہ سے دعا کی، جو ان کا رب ہے کہ بے شک اگر تو نے ہمیں تندرست

③ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِیْرٌ وَّ بَشِیْرٌ لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ: اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء اور اولیاء کو جو اللہ تعالیٰ نے سب لوگوں سے بڑا بنایا ہے، سو ان میں بڑائی یہی ہوتی ہے کہ وہ اللہ کی راہ بتاتے ہیں اور اس بات میں کچھ ان کی بڑائی نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو عالم میں تصرف کی قدرت دے دی ہو کہ موت وحیات یا نفع ونقصان ان کے اختیار میں ہو، یا یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو غیب دانی دے دی ہو کہ جس کے احوال جب چاہیں معلوم کر لیں۔ اس آیت سے شرک کی جڑ کٹ گئی، جب رسول اللہ ﷺ کو جو تمام عالم کے سردار ہیں، اپنی جان کے نفع ونقصان کا اختیار نہ ہو، نہ غیب کی بات معلوم ہو تو کسی اور نبی یا ولی یا بزرگ یا فقیر یا جن یا فرشتے کو کیا قدرت ہے کہ کسی کو فائدہ یا نقصان پہنچائے، یا غیب کی کوئی بات بتائے، البتہ وحی کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ آپ کو جو بات بتا دیتا وہ آپ کو معلوم ہو جاتی اور آپ لوگوں کو اس کی خبر دے دیتے۔ (وحیدی)

**آیت 190،189** ① هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ ...... : ایک جان، یعنی آدم علیہ السلام سے۔ مزید تفصیل کے لیے دیکھیے سورۂ نساء کی پہلی آیت۔

② لِیَسْكُنَ اِلَیْهَا ۚ فَلَمَّا تَغَشّٰىهَا ...... :معلوم ہوا میاں بیوی کے تعلق کا اصل سکون و راحت ہے۔ دیکھیے سورۂ روم (۲۱) " فَلَمَّا تَغَشّٰىهَا"، جس مقصد کے لیے قرآن مجید نے یہ الفاظ استعمال فرمائے ہیں حقیقت یہ ہے کہ ان سے بڑھ کر ادب، حیا، پردے اور پاکیزگی کے ساتھ وہ مطلب ادا کرنے والے اور لفظ ملنا مشکل ہیں۔ "صَالِحًا" یعنی صحیح و سالم بچہ، جس میں کوئی جسمانی نقص نہ ہو۔

اس آیت کی صحیح تفسیر جسے حافظ ابن کثیر اور دوسرے محققین نے اختیار فرمایا ہے، وہ ہے جو حسن بصری رحمہ اللہ سے صحیح سند کے ساتھ ثابت ہے کہ بے شک شروع میں بطورِ تمہید آدم و حوا علیہما السلام کا ذکر ہے، مگر اس کے بعد " فَلَمَّا تَغَشّٰىهَا" سے سلسلۂ کلام ان کی اولاد میں سے مشرکین کی طرف منتقل ہو گیا ہے اور اس کی مثالیں قرآن مجید میں موجود ہیں جن میں فرد کے ذکر سے سلسلۂ کلام جنس کی طرف منتقل ہو گیا ہے۔ اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ بعد میں ﴿فَتَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا یُشْرِكُوْنَ﴾ وغیرہ یعنی تمام آیات میں آخر تک جمع کے الفاظ استعمال ہوئے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان سے جنس آدم مراد ہے۔ آدم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ہو کر شرک کا ارتکاب کیسے کر سکتے ہیں؟ بہت سے مفسرین نے ان سے مراد آدم اور حوا علیہما السلام لیے ہیں، ان کی بنیاد

لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ ﴿۱۸۹﴾ فَلَمَّاۤ اٰتٰىهُمَا صَالِحًا جَعَلَا لَهٗ شُرَكَآءَ فِيْمَاۤ اٰتٰىهُمَا ۚ فَتَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۱۹۰﴾

بچہ عطا کیا تو ہم ضرور ہی شکر کرنے والوں سے ہوں گے ﴿۱۸۹﴾ پھر جب اس نے انھیں تندرست بچہ عطا کیا تو دونوں نے اس کے لیے اس میں شریک بنالیے جو اس نے انھیں عطا کیا تھا، پس اللہ اس سے بہت بلند ہے جو وہ شریک بناتے ہیں ﴿۱۹۰﴾

اس روایت پر ہے جو سمرہ رضی اللہ عنہ سے ترمذی اور حاکم وغیرہ میں مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب حوا نے بچہ جنا تو ابلیس ان کے پاس آیا، ان کا کوئی لڑکا زندہ نہیں رہتا تھا۔ ابلیس کہنے لگا: ''اس کا نام عبد الحارث رکھو تو یہ زندہ رہے گا۔'' چنانچہ انھوں نے بچے کا نام عبد الحارث رکھا اور وہ زندہ بچ گیا۔ یہ سب کچھ شیطان کے اشارے سے تھا۔'' لیکن حافظ ابن کثیر نے اس روایت کو ضعیف اور اسرائیلیات سے ماخوذ قرار دیا ہے اور اس کے ضعف کے تین اسباب بیان فرمائے ہیں، خصوصاً اس لیے بھی کہ اس میں شرک کی نسبت اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ نبی آدم علیہ السلام کی طرف کی گئی ہے۔ شیخ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ نے بھی سلسلہ ضعیفہ (۳۴۲) میں اس روایت کو ضعیف کہا ہے۔ اس روایت کی سند میں موجود ایک راوی حسن بصری رحمہ اللہ نے وہ تفسیر فرمائی جو اوپر گزری اور صحیح سند کے ساتھ ان سے تفسیر طبری وغیرہ میں مروی ہے، اگر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس روایت کو صحیح سمجھتے تو خود اس کے خلاف ہرگز تفسیر نہ فرماتے۔ اس لیے وہی تفسیر درست ہے۔ ہمارے استاذ شیخ محمد عبدہ رحمہ اللہ ابن کثیر رحمہ اللہ وغیرہ کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ اگر یہ سارا قصہ آدم و حوا علیہما السلام کے متعلق ہی تسلیم کرلیا جائے تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ '' جَعَلَا لَهٗ شُرَكَآءَ '' میں استفہام انکاری ہے، یعنی جب اللہ تعالیٰ نے انھیں تندرست بچہ عطا کیا تو کیا آدم و حوا نے شرک کیا تھا؟ جیسا کہ مشرکین عرب ان کی طرف شرک کی نسبت کرتے ہیں، یعنی نہیں۔ یہ تاویل بھی درست ہے، کیونکہ یہاں تک تثنیہ کی ضمیریں ہیں، آگے جمع کے صیغے کے ساتھ مشرکین پر رد ہے۔

③ **فَتَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ**: اس سے مراد بالاتفاق کفار عرب ہیں، جیسا کہ بعد والی آیات سے ثابت ہو رہا ہے، یعنی جب اولاد کی امید ہوتی ہے تو مشرکین اللہ سے تندرست اولاد عطا کرنے کی دعا کرتے اور شکر گزار ہونے کا وعدہ کرتے ہیں، مگر جب ٹھیک ٹھاک تندرست اولاد عطا ہو جاتی ہے تو اسے غیر اللہ کی دین قرار دے دیتے ہیں، کوئی اسے عبد العزیٰ کہتا ہے، کوئی عبد المطلب، کوئی عبد ود اور کوئی عبد یغوث، یا کسی مردے کے نام کی نذر و نیاز دیتے ہیں، یا شکریہ ادا کرنے کے لیے بچے کو کسی قبر پر لے جا کر اس کا ماتھا وہاں ٹکاتے ہیں کہ ان کے بزرگوں کے طفیل یہ بچہ ملا ہے۔ یہ سب صورتیں اللہ کا شریک ٹھہرانے کی ہیں جو صرف مشرکین عرب ہی میں نہیں تھیں بلکہ مسلمان کہلانے والے بہت سے لوگوں میں اب بھی عام ہیں، چنانچہ وہ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق اللہ کو سب سے پیارے دو نام عبد اللہ یا عبد الرحمن یا اس سے ملتے جلتے نام یا شرک سے پاک نام رکھنے کے بجائے نبی بخش، حسین بخش، پیراں دتہ، عبد النبی، عبد الرسول اور بندۂ علی وغیرہ نام رکھتے ہیں۔ پھر وہ کسی کو کسی آستانے کا فقیر بنا دیتے ہیں، کسی کو کسی قبر کا مجاور بنا دیتے ہیں۔ کوئی اپنا نام سگ دربار غوثیہ رکھ لیتا ہے، کوئی سگ رسول یا سگ مدینہ۔ [ اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّاۤ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ]

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ

# تیسیر الکریم الرحمٰن
# فی تفسیر کلام المنان

المعروف

# تفسیر السعدی (اردو)

فضیلۃ الشیخ عبد الرحمٰن بن ناصر السعدی رحمہ اللہ

دار السلام
کتاب و سنت کی اشاعت کا عالمی ادارہ

جسے اللہ تعالیٰ نفع پہنچانا نہ چاہے آپ اسے کوئی نفع نہیں پہنچا سکتے اور اللہ تعالیٰ جس سے ضرر دور نہ کرے آپ اس سے ضرر کو دور نہیں کر سکتے۔ اسی طرح آپ کے پاس علم بھی صرف وہی ہے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا کیا ہے۔

صرف تبشیر و انذار اور ان پر عمل ہی فائدہ دیتا ہے جن کے ساتھ آپ ﷺ کو مبعوث کیا گیا۔ یہ تبشیر اور انذار ہی آپ ﷺ کی طرف سے فائدہ ہے جو ماں باپ' دوست احباب اور بھائیوں کی طرف سے فائدے پر فوقیت رکھتا ہے' یہی وہ نفع ہے جس کے ذریعے سے بندوں کو ہر بھلائی پر آمادہ کیا جاتا ہے اور ہر برائی سے ان کے لیے حفاظت ہے اور اس میں ان کے لیے حد درجہ بیان اور توضیح ہے۔

﴿ هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ ﴾ ''وہی ہے جس نے تمہیں پیدا کیا'' اے مردو اور عورتو! جو روئے زمین پر پھیلے ہوئے ہو' تمہاری کثرت تعداد اور تمہارے متفرق ہونے کے باوصف ﴿ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ ﴾ ''ایک جان سے'' اور وہ ہیں ابو البشر آدم علیہ السلام۔ ﴿ وَجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا ﴾ ''اور اسی سے بنایا اس کا جوڑا'' یعنی آدم علیہ السلام سے ان کی بیوی حوا علیہا السلام کو تخلیق کیا۔ ﴿ لِیَسْكُنَ اِلَیْهَا ﴾ ''تاکہ اس کے پاس آرام پکڑے'' چونکہ حوا علیہا السلام کو آدم علیہ السلام سے پیدا کیا گیا ہے اس لئے ان دونوں کے مابین ایسی مناسبت اور موافقت موجود ہے جو تقاضا کرتی ہے کہ وہ ایک دوسرے سے سکون حاصل کریں اور شہوت کے تعلق سے ایک دوسرے کی اطاعت کریں۔ ﴿ فَلَمَّا تَغَشّٰىهَا ﴾ ''سو جب وہ اس کے پاس جاتا ہے۔'' یعنی جب آدمی نے اپنی بیوی سے مجامعت کی تو باری تعالیٰ نے یہ بات مقدر کر دی کہ اس شہوت اور جماع سے ان کی نسل وجود میں آئے اور اس وقت ﴿ حَمَلَتْ حَمْلًا خَفِیْفًا ﴾ ''حمل رہا ہلکا سا حمل'' یہ کیفیت حمل کے ابتدائی ایام میں ہوتی ہے عورت اس کو محسوس نہیں کر پاتی اور نہ اس وقت یہ حمل بوجھل ہوتا ہے۔ ﴿ فَلَمَّآ ﴾ ''پس جب'' یہ حمل اسی طرح موجود رہا ﴿ اَثْقَلَتْ ﴾ ''بوجھل ہو گئی'' یعنی اس حمل کی وجہ سے جب کہ وہ حمل بڑا ہو جاتا ہے تو اس وقت والدین کے دل میں بچے کے لیے شفقت' اس کے زندہ صحیح و سالم اور ہر آفت سے محفوظ پیدا ہونے کی آرزو پیدا ہوتی ہے۔ بنابریں ﴿ دَّعَوَا اللّٰهَ رَبَّهُمَا لَىِٕنْ اٰتَیْتَنَا ﴾ ''دونوں نے دعا کی اللہ اپنے رب سے' اگر بخشا تو نے ہم کو'' یعنی بچہ ﴿ صَالِحًا ﴾ ''صحیح و سالم'' یعنی صحیح الخلقت' پورا اور ہر نقص سے محفوظ ﴿ لَّنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِیْنَ ﴾ ''تو ہم شکر گزار بندوں میں سے ہوں گے۔''

﴿ فَلَمَّآ اٰتٰىهُمَا صَالِحًا ﴾ ''پس جب وہ ان کو صحیح و سالم (بچہ) دیتا ہے۔'' یعنی ان کی دعا قبول کرتے ہوئے جب ان کو صحیح سالم بچہ عطا کیا اور اس بارے میں ان پر اپنی نعمت کی تکمیل کر دی ﴿ جَعَلَا لَهٗ شُرَكَآءَ فِیْمَآ اٰتٰىهُمَا ﴾ ''تو اس میں جو وہ ان کو دیتا ہے اس کا شریک مقرر کرتے ہیں۔'' یعنی اس بچے کے عطا ہونے پر انہوں نے اللہ تعالیٰ کے شریک ٹھہرا دیئے۔ جس کو اکیلا اللہ تعالیٰ وجود میں لایا ہے اس نے یہ نعمت عطا کی ہے اور اسی نے یہ بچہ عطا کر کے والدین کی آنکھیں ٹھنڈی کیں۔ پس انہوں نے اپنے بیٹے کو غیر اللہ کا بندہ بنا دیا۔ یا تو اسے غیر اللہ کے

بندے کے طور پر موسوم کر دیا مثلاً ''عبدالحارث'' ''عبدالعزیٰ'' اور ''عبدالکعبہ'' وغیرہ۔ یا انہوں نے یہ کیا کہ جب اللہ تعالیٰ نے ان کو ان نعمتوں سے نوازا جن کا شمار کسی بندے کے بس سے باہر ہے' تو انہوں نے اللہ تعالیٰ کی عبادت میں شرک کیا۔

کلام میں یہ انتقال نوع سے جنس کی طرف انتقال کی قسم شمار ہوتا ہے کیونکہ کلام کی ابتدا آدم اور حوا علیہا السلام کے بارے میں ہے پھر کلام آدم وحوا علیہا السلام سے جنس کی طرف منتقل ہو گیا اور اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ شرک' آدم و حوا علیہا السلام کی ذریت میں بہت کثرت سے موجود ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ان سے شرک کے بطلان کا اقرار کروایا ہے نیز یہ کہ وہ اس بارے میں سخت ظالم ہیں' خواہ یہ شرک اقوال میں ہو یا افعال میں کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے ان سب کو ایک جان سے پیدا کیا پھر اس جان سے اس کا جوڑا پیدا کیا اور ان میں سے ان کے جوڑے پیدا کئے پھر ان کے درمیان مودت ومحبت پیدا کی جس کی بنا پر وہ ایک دوسرے کے پاس سکون پاتے ہیں' ایک دوسرے کے لیے الفت رکھتے ہیں اور ایک دوسرے سے لذت حاصل کرتے ہیں۔

پھر اللہ تعالیٰ نے اس امر کی طرف ان کی راہ نمائی فرمائی جس سے شہوت' لذت' اولاد اور نسل حاصل ہوتی ہے' پھر اللہ تعالیٰ نے وقت مقررہ تک ماؤں کے بطن میں اولاد کو وجود عطا کیا۔ وہ بڑی امیدوں کے ساتھ اولاد کی پیدائش کا انتظار کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ بچے کو صحیح سالم ماں کے پیٹ سے باہر لائے۔ پس (اس دعا کو قبول کرتے ہوئے) اللہ تعالیٰ نے ان پر اپنی نعمت پوری کر دی اور ان کو ان کا مطلوب عطا کر دیا۔ تب کیا اللہ تعالیٰ اس بات کا مستحق نہیں کہ وہ صرف اسی کی عبادت کریں' اس کی عبادت میں کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں اور اسی کے لیے اطاعت کو خالص کریں؟ مگر معاملہ اس کے برعکس ہے' انہوں نے ان ہستیوں کو اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہرا دیا ﴿ مَا لَا يَخْلُقُ شَيْـًٔا وَّ هُمْ يُخْلَقُوْنَ وَ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ لَهُمْ ﴾ ''جو پیدا نہ کریں کوئی چیز بھی اور وہ پیدا ہوئے ہیں اور نہیں کر سکتے وہ ان کے لئے'' یعنی اپنے عبادت گزاروں کے لیے ﴿ نَصْرًا وَّ لَاۤ اَنْفُسَهُمْ يَنْصُرُوْنَ ﴾ ''مدد اور نہ اپنی ہی مدد کریں'' کسی کی مدد کرنے کی طاقت رکھتے ہیں نہ خود اپنی مدد کر سکتے ہیں۔

جب (شریک ٹھہرائی ہوئی اس ہستی کی) یہ حالت ہو کہ وہ پیدا نہ کر سکتی ہو' ایک ذرہ بھی پیدا کرنے پر قادر نہ ہو بلکہ وہ خود مخلوق ہو اور وہ اپنے عبادت گزار سے کسی تکلیف دہ چیز کو دور کرنے کی طاقت نہ رکھتی ہو بلکہ خود اپنی ذات سے بھی کسی تکلیف دہ چیز کو دور کرنے پر قادر نہ ہو' تو بھلا اس کو اللہ کے ساتھ کیسے معبود بنایا جا سکتا ہے؟ بلاشبہ یہ سب سے بڑا ظلم اور سب سے بڑی حماقت ہے۔

﴿ وَ اِنْ تَدْعُوْهُمْ ﴾ ''اور اگر تم ان کو پکارو۔'' یعنی اے مشرکو! اگر تم ان بتوں کو' جن کی تم اللہ کے سوا عبادت کرتے ہو' پکارو ﴿ اِلَى الْهُدٰى لَا يَتَّبِعُوْكُمْ سَوَآءٌ عَلَيْكُمْ اَدَعَوْتُمُوْهُمْ اَمْ اَنْتُمْ صَامِتُوْنَ ﴾ ''راستے کی

# تفسیر قرطبی مترجم

امام ابو عبداللہ محمد بن احمد بن ابو بکر قرطبی رحمۃ اللہ علیہ

ترجمہ متن قرآن

ضیاء الامت پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ

زیر اہتمام

ادارہ ضیاء المصنفین بھیرہ شریف


ضیاء القرآن پبلی کیشنز

لاہور - کراچی ۔ پاکستان

نے اسے فَمَارَتْ بِہٖ الف اور تخفیف کے ساتھ پڑھا ہے۔ یہ مَارَ، یَمُوْرُ سے ہے جب کوئی آئے، جائے اور تصرف کرے۔
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور یحییٰ بن یعمر رضی اللہ عنہ نے فَمَرَتْ بِہٖ تخفیف کے ساتھ پڑھا ہے اور یہ المِرْیَۃ سے ماخوذ ہے، یعنی وہ اس بارے میں شک میں پڑ جاتی ہے جو اسے لاحق ہوتا ہے کہ کیا یہ حمل ہے یا بیماری ہے؟ یا اسی طرح کے اور شکوک وشبہات۔

**مسئلہ نمبر 2۔** قولہ تعالیٰ: فَلَمَّآ اَثْقَلَتْ پھر جب وہ بوجھل ہو جاتی ہے، جیسے آپ کہتے ہیں: أثمر النخل (درخت پھل دار ہو گیا) اور بعض نے کہا ہے: جب وہ بوجھ میں داخل ہو جاتی ہے، جیسے آپ کہتے ہیں: أصبح وأمسى (اس نے صبح کی اور شام کی) دَّعَوَا اللّٰهَ رَبَّهُمَا، دَعَوَا میں ضمیر حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حواء علیہا السلام کی طرف لوٹ رہی ہے۔ اور یہ اس قول کی بنا پر ہے جو اس آیت کے قصص میں روایت کیا گیا ہے کہ حضرت حواء علیہا السلام جب پہلی بار حاملہ ہوئیں تو آپ نہ جانتی تھیں کہ یہ کیا ہے؟ اور یہ اس کی قراءت کو تقویت دیتا ہے جس نے فَمَرَتْ بِہٖ تخفیف کے ساتھ پڑھا ہے۔ تو آپ اس سے گھبرا گئیں۔ چنانچہ ابلیس نے آپ کی طرف موقع پا لیا۔ حضرت کلبی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے: بے شک ابلیس ایک آدمی کی صورت میں حضرت حواء علیہا السلام کے پاس آیا جب آپ پہلے حمل کے ساتھ بوجھل ہوئیں اور کہا: تمہارے پیٹ میں یہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: میں نہیں جانتی۔ اس نے کہا: مجھے تو یہ خوف ہے کہ کہیں یہ چوپایہ ہو۔ پس آپ نے یہ بات حضرت آدم علیہ السلام کو بتائی، تو وہ دونوں اس وجہ سے پریشان رہنے لگے۔ پس وہ (ابلیس) دوبارہ آپ کے پاس گیا اور کہنے لگا: وہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے خاص مقام ومرتبہ رکھتا ہے۔ پس اگر میں اللہ تعالیٰ سے دعا کروں تو تو انسان کو جنم دے گی کیا تو اس کا نام میری نسبت سے رکھے گی؟ آپ نے فرمایا: ہاں۔ اس نے کہا: پس میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں۔ پس جب آپ نے بچے کو جنم دیا تو وہ آپ کے پاس آیا اور کہنے لگا: اس کا نام میرے نام پر رکھو۔ تو آپ نے پوچھا: تیرا نام کیا ہے؟ اس نے کہا: حارث۔ اگر وہ آپ کو اپنا نام بتاتا تو یقیناً آپ اسے پہچان لیتی۔ پس آپ نے بچے کا نام عبدالحارث رکھا۔ اسی طرح ضعیف حدیث سے یہ واقعہ ذکر کیا گیا ہے، یہ ترمذی وغیرہ میں ہے اور اسرائیلیات میں کثیر واقعات ہیں جو ثابت نہیں۔ اور کوئی بھی صاحب دل ان کی اعتماد نہیں کرتا۔ بلاشبہ حضرت آدم اور حضرت حواء علیہا السلام اگرچہ اس نے ان دونوں کو اللہ تعالیٰ کے بارے میں دھوکے میں مبتلا کیا ہے لیکن مومن ایک بل سے دوبار نہیں ڈسا جا سکتا، پس یہ قصے بنائے گئے ہیں اور لکھ دیئے گئے ہیں۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''اس نے ان دونوں کو دوبار دھوکہ دیا ایک بار جنت میں دھوکہ دیا اور (ایک بار) زمین میں دھوکہ دیا'' (1)۔ اور اس کی تائید سلمی کی قراءت أتشما کون تا کے ساتھ سے کی گئی ہے۔ اور صَالِحًا کا معنی ہے کہ وہ صحت مند اور تندرست بچہ چاہتا ہے۔ فَلَمَّآ اٰتٰىهُمَا صَالِحًا جَعَلَا لَهٗ شُرَكَآءَ فِيْمَآ اٰتٰىهُمَا وہ شرک جو حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا علیہا السلام کی طرف منسوب ہے اس کی تاویل میں علماء کا اختلاف ہے اور وہ یہ ہے:

**مسئلہ نمبر 3۔** مفسرین نے کہا ہے: یہ تسمیہ اور صفت میں شرک تھا، نہ کہ عبادت اور ربوبیت میں۔ اہل معانی نے کہا: بلاشبہ دونوں نے یہ نظریہ اختیار نہیں کیا کہ حارث ان دونوں کا رب ہے اس وجہ سے انہوں نے اپنے بیٹے کا نام

1۔ صحیح مسلم، کتاب المساجد، جلد 1، صفحہ 204

عبدالحارث رکھا ہے، بلکہ یہ قصد کیا کہ حارث بیٹے کی نجات کا سبب ہے اس لیے اس کا نام اس کے نام کے ساتھ رکھا جیسا کہ کوئی آدمی انتہائی عاجزی اور خضوع کی بنا پر اپنے آپ کو عبد ضیفہ پکارنے لگے، نہ کہ اس بنا پر کہ ضیف (مہمان) اس کا رب ہے، جیسا کہ حاتم نے بھی کہا ہے:

وإنّي لعبدُ الضيف مادام ثاوِيًا — وما فيّ إلّا تيكَ من شِيمة العبدِ

اور ایک قوم نے کہا ہے: بے شک یہ آدمیوں کی جنس کی طرف راجع ہے اور حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد میں سے مشرکین کے حال کی وضاحت اور بیان ہے اور یہ وہ (معنی) ہے جس پر اعتماد کیا جاسکتا ہے۔ پس قول باری تعالیٰ: جَعَلَا لَهٗ میں مراد مذکر اور مونث کفار ہیں اور اس سے دونوں جنسیں مراد لی گئی ہیں۔ اور اس پر دلیل فَتَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ہے۔ اس میں یشرکان نہیں کہا ہے۔ یہ قول حسن ہے۔

اور یہ بھی کہا گیا ہے: اس کا معنی ہے هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وہ ہے جس نے تمہیں ایک شکل سے پیدا کیا ہے۔ وَّجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا اور اس کی جنس سے اس کا جوڑا بنا دیا۔ فَلَمَّا تَغَشّٰىهَا یعنی دونوں جنسوں نے (جب ایک دوسرے کو ڈھانپ لیا) اس قول کے مطابق آیت میں حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا علیہما السلام کا ذکر نہیں ہوگا۔ پس جب اللہ تعالیٰ انہیں صحیح سالم صحت مند لڑکا عطا فرما دیتا ہے جیسے وہ اس کی خواہش رکھتے ہیں تو پھر وہ دونوں اسے فطرت سے شرک کی طرف پھیر دیتے ہیں، یہ مشرکین کا فعل ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "کوئی نومولود بچہ نہیں مگر وہ فطرت پر پیدا کیا جاتا ہے"۔ اور ایک روایت میں ہے "وہ اس ملت پر پیدا کیا جاتا ہے، (پھر) اس کے والدین اسے یہودی، عیسائی اور مجوسی بنا دیتے ہیں"۔

عکرمہ نے کہا ہے: حضرت آدم علیہ السلام اس کے ساتھ خاص نہیں ہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کے بعد تمام مخلوق کے لیے عام قرار دیا ہے۔ حسین بن فضل نے کہا ہے: اہل فکر ونظر کے نزدیک یہ زیادہ عجیب ہے، کیونکہ پہلے قول میں عظائم کو اللہ تعالیٰ کے نبی حضرت آدم علیہ السلام کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔ اہل مدینہ اور حضرت عاصم نے توحید اور مفرد کی بنا پر شرکًا پڑھا ہے۔ اور ابو عمرو اور تمام اہل کوفہ نے صیغہ جمع کے ساتھ پڑھا ہے، یہ فعلاء کے وزن پر ہے اور شریک کی جمع ہے۔ اخفش سعید نے پہلی قراءت کا انکار کیا ہے۔ اور یہ قراءت صحیح ہے اس سے پہلے مضاف محذوف ہے یعنی جعلا له ذا شرك جیسا کہ وَسْئَلِ الْقَرْيَةَ (یوسف: 82) میں ہے پس معنی اس طرف راجع ہوگا کہ انہوں نے اس کے شریک بنالیے۔

**مسئلہ نمبر 4۔** آیت اس پر دلیل ہے کہ حمل امراض میں سے ایک مرض ہے۔ ابن القاسم اور یحییٰ نے مالک سے روایت کیا ہے انہوں نے کہا: حمل کی ابتدا آسانی اور سرور ہے (1) اور اس کا آخر بیماریوں میں سے ایک بیماری ہے۔ یہ وہ ہے جو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے: إنه مرض من الأمراض قول باری تعالیٰ: دَّعَوَا اللّٰهَ رَبَّهُمَا کا ظاہر اس کی تائید کرتا ہے اور یہ وہ حالت ہے جس کا مشاہدہ حاملہ عورتوں میں کیا جاتا ہے۔ امر کے عظیم ہونے اور خطاب کے شدید ہونے کی وجہ سے ہی اس

1۔ احکام القرآن لابن العربی، جلد 2، صفحہ 820

# تفسیر نعیمی


حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمہ



ناشر: نعیمی کتب خانہ گجرات
مفتی احمد یار خان روڈ، گجرات ۔ پاکستان۔

دعامانگی (2) حضرت حوا کے اس سے پہلے بچے پیدا ہوئے مگر مرگئے اس بار جب حمل ظاہر ہوا تو ان دونوں حضرات نے یہ دعامانگی فوت شدہ بچوں کے نام عبداللہ 'عبید اللہ اور عبدالرحمن تھے (تفسیر صاوی)۔ خیال رہے کہ حضرت حوا کو پانچ سو بار حمل رہا ہر بار میں جوڑا پیدا ہوا کل ایک ہزار بچے ہوئے (روح البیان) (3) قصی اور ان کی بیوی نے اس وقت یہ دعامانگی جب قصی کی بیوی کی زچگی کا زمانہ قریب آیا (4) اے لوگو یا اے مشرکو کافرو تمہارے ماں باپ نے اپنے بچہ ہونے سے کچھ پہلے یہ دعامانگی یا مانگا کرتے ہیں **صالحا** "سے مراد یا تو بیٹا ہے کیونکہ بیٹا ہونا بھی صالحیت ہے یہ قول حسن کا ہے (روح المعانی 'مدارک 'کبیر وغیرہ) یا اس سے مراد ہے تندرست اور صحیح الاعضاء بچہ جس کا مقابل ہے ناقص الاعضاء کچا بچہ یا نیک و صالح بیٹا یا صاحب نسل بیٹا جس سے ہماری نسل چلے یعنی اگر تو ہم کو ایسا بیٹا دے گا تو ہم شکر گزار بندے ہوں گے کہ تیری بارگاہ میں شکر کے سجدے کریں گے بچہ کو دینی تعلیم دے کر خدمت دین پر لگائیں گے کہ اولاد کا شکریہ یہ ہی ہے **اتھما صالحا" جعلا لہ شرکاء فیما اتھما** اس فرمان عالی میں ان کی دعا کی قبولیت اور بعد میں ان کی بدعہدی اور کفران نعمت کرنے کا ذکر ہے اگر اس سے مراد حضرت آدم و حوا ہوں تو اس جملہ کی بہت تفسیریں ہیں (1) **جعلا** استفہام انکاری کے طور پر ارشاد ہوا جیسے کہ حضرت ابراہیم نے چاند تاروں کو دیکھ کر فرمایا **ھذا ربی** کیا یہ ہیں میرے رب۔ یعنی ہرگز نہیں ایسے یہ ہے یعنی جب حضرت آدم و حوا کو نیک صالح صحیح سالم بچہ رب نے دیا تو کیا انہوں نے اس بچہ میں خدا کا شریک ٹھہرا لیا کہ اس کا نام مشرکانہ رکھا یا اسے اللہ تعالیٰ کے سواء کسی اور کی طرف سے مانا نہیں ہرگز نہیں (روح المعانی و کبیر وغیرہ) (2) **جعلا** میں مضاف پوشیدہ ہے **جعل اولادھما** یعنی حضرت آدم و حوا کی اولاد نے اللہ کے شریک ٹھہرائے اسی لئے آگے **عما یشرکان** اور **ایشرکون** جمع کے صیغے ارشاد ہو رہے ہیں اگر وہ دونوں حضرات مراد ہوتے تو آئندہ صیغے تثنیہ کے آتے **عما یشرکون** اور **ایشرکان** (تفسیر خازن وغیرہ عن الحسن و عکرمہ) (3) خود آدم و حوا نے مشرکوں کا سا کام کیا کہ اس بچے کا نام عبدالحارث رکھ دیا۔ حارث شیطان کا نام تھا۔ اس امید پر کہ اس نام کے سبب یہ بچہ زندہ رہے یہ قول حضرت ابن عباس کا ہے (خازن 'بیضاوی کبیر 'روح البیان 'ترمذی شریف وغیرہ) مگر شرک فی العبادۃ نہیں بلکہ شرک کا سا کام ہے کہ عبد کی نسبت غیر خدا کی طرف کی جائے مگر یہ تفسیر قوی نہیں جیسا کہ ہم انشاء اللہ سوال و جواب میں عرض کریں گے اور اگر اس سے مراد قصی ابن کلاب اور ان کی بیوی ہوں تو معنی یہ ہوں گے کہ ان دونوں نے اپنے بچوں کے نام مشرکانہ رکھے۔ عبد مناف 'عبد شمس عبدالعزیٰ اور عبدالدار (روح المعانی) اور اگر مراد سارے کفار و مشرکین ہوں تو مطلب ظاہر ہے کہ مشرکین اولاد تو ہم سے مانگتے ہیں مگر بچہ پیدا ہونے پر شرک و کفر کرنے لگتے ہیں **فتعالی اللہ عما یشرکون** اس فرمان عالی میں ان کے اس مشرکانہ عمل کی تردید ہے یعنی اللہ تعالیٰ ان کے شرک سے برتر ہے اسے ان کی حرکتوں سے کوئی نقصان نہیں پہنچتا۔

**خلاصہ تفسیر**: ابھی تفسیر سے معلوم ہوا کہ اس آیۃ کریمہ کی تین تفسیریں ہیں ایک یہ کہ اس میں حضرت آدم و حوا کا ذکر ہے دوسرے یہ کہ اس میں قصی ابن کلاب کا تذکرہ ہے جو قریش کے مورث ہیں۔ تیسرے یہ کہ اس میں عام کفار و مشرکین کا تذکرہ ہے۔ حقیر کے نزدیک یہ آخری تفسیر قوی ہے ہم اس کا خلاصہ بیان کرتے ہیں اے مشرکو! اکافرو اللہ تعالیٰ وہ قدرت والا ہے جس نے تم میں سے ہر ایک ایک جان یعنی اس کے باپ سے پیدا کیا اور اس باپ کی جنس سے اس کی بیوی بنائی کہ وہ بھی مرد کی

w.alahazratnetwork.org


کے دروازے پر رہے۔

ہر کہ سیمائے راستاں دارد! سر خدمت بر آستاں دارد!!

**نوٹ ضروری:** یہ تمام فائدے ان آیات کی تیسری تفسیر سے حاصل ہوئے جو کہ قوی ہے۔ **ساتواں فائدہ:** اپنے بچوں کے نام عبد۔غوث یا عبد الدار رکھنا ممنوع ہے یعنی انہیں بتوں کا بندہ یا بتوں کا خدام نہ کہو یہ اعتقادۃً یا عملاً شریک ہے یہ فائدہ **جعلا لہ شرکاء** کی ایک تفسیر سے حاصل ہوا جبکہ اس سے مراد ہو بیٹے کا نام عبد الحارث رکھنا۔

**پہلا اعتراض:** اس آیت سے معلوم ہوا کہ انسان کی پیدائش ماں باپ دونوں سے ہے لہٰذا عیسیٰ علیہ السلام کو بغیر باپ صرف ماں سے ماننا اس آیت کے خلاف ہے رب فرماتا ہے **انا خلقنا الانسان من نطفۃ امشاج** ہم نے انسان کو مخلوط نطفے سے پیدا فرمایا (مرزائی)۔ **جواب:** ان جیسی تمام آیات میں اللہ تعالیٰ کے قانون کا ذکر ہے واقعی انسان کی پیدائش کا قانون یہ ہی ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش میں اللہ کی قدرت کا ظہور ہے قانون کے پابند ہم ہیں نہ کہ اللہ تعالیٰ اس نے حضرت آدم اور حوا کو بغیر ماں باپ کے پیدا فرمایا حضرت عیسیٰ کے متعلق فرماتا ہے **ان مثل عیسیٰ عند اللہ کمثل ادم** اس کی پوری تحقیق ہماری کتاب اسرار الاحکام میں ملاحظہ کرو۔ **دوسرا اعتراض:** ترمذی شریف نے بروایت سمرہ ابن جندب روایت کی یہ واقعہ حضرت آدم و حوا کا ہے ان کے پاس شیطان آیا اس نے جناب حوا کو اور جناب حوا نے آدم علیہ السلام کو رغبت دی کہ ہونے والے بچہ کا نام عبد الحارث رکھیں انہوں نے ایسا ہی کیا رب تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں ان پر عتاب فرمایا ہے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت آدم سے یہ شرک واقعہ ہوا وہ دونوں مشرک ہوئے۔ **جواب:** حضرت آدم علیہ السلام نبی ہیں نبی شرک و کفر تو کیا گناہوں سے بھی معصوم ہوتے ہیں ان کی عصمت قرآن مجید سے ثابت ہے۔ یہ حدیث خبر واحد ہے پھر صحیح بھی نہیں ہے اسے ترمذی نے غریب حسن کہا پھر اس میں تعارض بھی ہے بعض روایات میں مرفوع ہے بعض میں موقوف نیز بعض روایات میں ہے کہ حضرت حوا کا یہ پہلا حمل تھا بعض میں ہے کہ یہ پانچواں حمل تھا اس سے پہلے چار بچے فوت ہو چکے تھے اتنے نقص کے باوجود قرآن مجید کے خلاف ایک عقیدہ اس سے کیسے ثابت کیا جا سکتا ہے حق یہ ہے کہ یہ واقعہ ان کا نہیں ہے۔ **تیسرا اعتراض:** سیدنا عبد اللہ ابن عباس اور عام مفسرین نے یہ ہی تفسیر کی ہے پھر اسے کیوں قبول نہ کیا جاوے۔ **جواب:** یہ تفسیر چند وجہ سے ناقابل قبول ہے (1) حضرت آدم نبی معصوم ہیں اور معصوم سے شرک و کفر سرزد نہیں ہو سکتا (2) حضرت آدم ایک بار ابلیس سے دھوکہ کھا چکے تھے اس وجہ سے بہت تکلیف اٹھا چکے تھے اور دوبارہ دھوکہ کیسے کھا سکتے تھے۔ (3) رب تعالیٰ نے حضرت آدم کو تمام نام سکھا دیئے تھے **وعلم ادم الاسماء کلھا** آپ کو معلوم تھا کہ حارث ابلیس کا نام ہے پھر اپنے بیٹے کا نام عبد الحارث کیسے رکھ سکتے تھے (4) اگر یہ واقعہ حضرت آدم کا ہوتا تو آگے **عما یشرکون** یوں ہی **ایشرکون ما لا یخلق** جمع کے صیغے ارشاد نہ ہوتے بلکہ تثنیہ کے صیغے فرمائے جاتے کیونکہ یہ کام صرف حضرت آدم و حوا دو سے سرزد ہوا تھا (5) اس صورت میں ایشرکون من لا یخلق ارشاد ہوتا نہ کہ ما لا یخلق کیونکہ ابلیس عاقل ہے غیر عاقل نہیں اور **ما** غیر عاقل کے لئے ارشاد ہوتا ہے (6) جب آدم علیہ السلام پر ایک نادانستہ خطا و لغزش کی وجہ سے اتنا سخت عتاب ہوا کہ جنت سے باہر بھیجا گیا تین سو سال تک رب سے کلام و سلام بند رہا تو اگر آپ نے شرک کیا ہوتا تو اس سے زیادہ اس پر عتاب ہوتا مگر کچھ بھی نہ ہوا۔

معلوم ہوا کہ یہ کام ان کا تھا ہی نہیں (7) اگر مان لیا جاوے کہ اس جگہ ان دونوں بزرگوں کا ہی ذکر ہے تو **جعلا لہ شرکاء** میں سوال انکاری ہے یعنی کیا انہوں نے خدا کا شریک بنایا ہرگز نہیں جیسا کہ ہم ابھی تفسیر میں عرض کر چکے ہیں۔ بہر حال یہ تفسیر بالکل فاسد ہے حضرت آدم سے شرک ہرگز صادر نہیں ہو سکتا۔ (تفسیر کبیر) آخری تیسری تفسیر قوی ہے)۔ **چوتھا اعتراض:** بعض مفسرین نے فرمایا کہ اس آیت میں قصی ابن کلاب مراد ہے ان کا یہ واقعہ ہے انہوں نے ہی یہ شرک کما تھا تم نے اس تفسیر کو اختیار کیوں نہ کیا۔ **جواب:** قصی ابن کلاب حضور ﷺ کے ساتویں دادا ہیں اور حضور انور کا نسب شرک و زنا سے پاک صاف محفوظ ہے۔ یہاں تفسیر کبیر نے فرمایا کہ کسی بچے کا نام عبد الحارث رکھ دینا شرک نہیں جب تک کہ یہ عقیدہ نہ ہو کہ وہ میرا رب ہے اور میں اس کا بندہ ہوں فقط یہ نام رکھ دینا فساد عقیدہ کی دلیل نہیں۔ بہر حال تفسیر قوی وہ تیسری ہی ہے جو ہم نے اختیار کی۔ **پانچواں اعتراض:** ان آیات سے معلوم ہوا کہ عبد النبی' عبد الرسول وغیرہ نام رکھنا شرک ہے دیکھو رب تعالیٰ نے عبد الحارث نام رکھنے کو شرک فرمایا **جعلا لہ شرکاء** پھر تم لوگ ان ناموں کو جائز کیوں رکھتے ہو۔ ان ناموں کے معنی ہیں نبی یا رسول کا بندہ ان کی مخلوق یہ کھلا ہوا شرک ہے۔ **جواب:** یہ تفسیر ہی درست نہیں۔ جیسا کہ اوپر عرض کیا گیا شرک وہ عقیدے ہیں جو ہم نے خلاصہ تفسیر میں فلاسفہ اور مشرکین کے نقل کئے۔ عبد الرسول' عبد النبی کے معنی ہیں نبی کا خادم نبی کا غلام رب تعالیٰ فرماتا ہے **من عبادکم و امائکم** ایک شاعر کہتا ہے۔

**وانی لعبد الضیف ما کان ثاویا**"

اس شعر میں عبد الضیف کے معنی ہیں مہمانوں کا خادم (تفسیر خازن) یہاں تفسیر خازن نے فرمایا کہ بندہ کو رب کہہ سکتے ہیں بغیر الف لام **مگر الرب** الف لام سے صرف اللہ تعالیٰ کو کہا جاتا ہے۔

**مسئلہ:** جو لوگ اسلام میں معظم ہیں ان کی طرف عبد کی نسبت بلا کراہت جائز ہے لہٰذا عبد النبی عبد الرسول نام رکھ سکتے ہیں اور مردودین کی طرف عبد کی نسبت ممنوع حرام ہے لہٰذا عبد ابلیس نہیں کہہ سکتے۔ (تفسیر صاوی)۔ **چھٹا اعتراض:** تم نے جعل منہا زوجہا سے ثابت کیا کہ انسان کا نکاح انسان عورت سے ہی ہو سکتا ہے دوسری مخلوق سے نہیں مگر رب فرماتا ہے **وزوجناہم بحور عین** ہم نے جنتی انسانوں کا نکاح حوروں سے کر دیا حالانکہ حوریں انسان یعنی اولاد آدم نہیں پھر یہ نکاح درست کیسے ہوا۔ **جواب:** یہ احکام اس دنیا کے ہیں جنت دوسری دنیا ہے وہاں کے احکام دوسرے ہیں وہاں غیر جنس سے نکاح درست ہو گا یہاں ذکر اس دنیا کا ہے۔ **ساتواں اعتراض:** حضرت سلیمان علیہ السلام نے ملکہ بلقیس سے نکاح کیا جو جناتی تھی یوں ہی حضرت علی کا نکاح ایک جناتی سے ہوا جس کے پیٹ سے محمد حنیف پیدا ہوئے پھر تمہارا یہ قاعدہ درست کیسے ہوا۔ **جواب:** دونوں باتیں غلط ہیں بلقیس انسان عورت تھی قرآن کریم نے ہدہد کا یہ قول نقل فرمایا **انی وجدت امراءۃ تملکہم** جس سے معلوم ہوا کہ وہ عورت تھی امراءۃ انسان عورت کو کہتے ہیں۔ حضرت علی کا نکاح کسی جناتی سے نہیں ہوا نہ آپ کے کسی بیٹے کا نام محمد حنیف ہے عہد صدیقی میں قبیلہ بنی حنیفہ سے جنگ ہوئی جو مسیلمہ کذاب کی قوم تھی اس جنگ میں ایک عورت خولہ بنت جعفر قید ہو کر آئی اس کے شکم سے جو لڑکا پیدا ہوا اس کا نام محمد ابن حنفیہ ہوا کہ ان کی ماں حنفیہ تھی۔

# عطائین

اردو شرح

# تفسیر جلالین

جلد دوم

شرح بمقدمہ

محمد امتیاز قادری

فاضل دارالعلوم نعیمیہ، نائب مفتی دارالعلوم غوثیہ

ناشر

ادارۂ فیضانِ رضا (رجسٹرڈ)

نیو دھوراجی کالونی، بلاک نمبر 4

گلشن اقبال، کراچی

ہے؟بولی:عورت،آپ علیہ السلام نے فرمایا:تو کیوں پیدا کی گئی ہے؟اس نے کہااس لئے تا کہ آپ علیہ السلام مجھ سے سکون پائیں،فرشتوں نے اپنے علم سے مشاہدہ کرتے ہوئے فرمایا:اے آدم علیہ السلام اس عورت کا نام کیا ہے؟ آدم علیہ السلام نے فرمایا حوا، بولے حوا کیوں؟ آدم علیہ السلام نے فرمایا:اس لئے کہ اللہ عزوجل نے اسے زندہ چیز سے پیدا فرمایا ہے۔(قصص الانبیاء،ص ١٣،البدایة والنهایة، باب خلق آدم ،الجزء ١،ج ١،ص ٨٣)

☆......حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''عورتوں سے اچھا سلوک کرو کیونکہ عورت پسلی سے پیدا کی گئی ہے اور پسلی کا اوپر والا حصہ زیادہ ٹیڑھا ہوتا ہے،اگر تم اسے سیدھا کرنا چاہو گے تو توڑ ڈالو گے اور اگر چھوڑ دو گے تو ہمیشہ ٹیڑھی ہی رہے گی،پس عورتوں کے ساتھ اچھا سلوک کرتے رہنا۔(صحیح البخاری، کتاب احادیث الانبیاء،باب خلق آدم،برقم:٣٣٣١،ص ٥٥٣)

## اولاد کو اچھا نام دیا جائے!

٢......عبد بن حمید اور ابو شیخ نے ابی بن کعب سے روایت کی ہے کہ بی بی حوا جب بھی حاملہ ہوتیں ان کا بچہ زندہ نہ رہتا تھا ان کے پاس شیطان آیا اور کہا:اس بچے کا نام عبد الحارث رکھو تو یہ زندہ رہے گا،چنانچہ بچہ کا نام عبد الحارث رکھا اور یہ شیطان کی جانب سے وحی (یعنی بات دل میں ڈالنے) اور حکم کرنے سے ہوا۔

☆......عبد بن حمید اور ابن ابی حاتم اور ابو شیخ نے ابی بن کعب سے روایت کیا ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''جب بی بی حوا حاملہ ہوئیں تو شیطان ان کے پاس آیا اور کہا:اگر تو میری بات مانے گی تو تیرا بچہ سلامت (یعنی زندہ) رہے گا،اس بچے کا نام عبد الحارث رکھنا،بی بی حوا نے ایسا نہ کیا تو بچہ مر گیا،دوسری مرتبہ جب بی بی صاحبہ حاملہ ہوئیں تو ایسا ہی ہوا اور بی بی صاحبہ نے بچے کا نام عبد الحارث نہ رکھا،پھر جب تیسری بار بی بی صاحبہ حاملہ ہوئیں تو شیطان پھر آیا اور کہا اگر تو میری بات مان تو تیرا بچہ سلامت رہے گا اور اگر ایسا نہ کر تو چوپائے کو جنے گی تو بی بی صاحبہ اس کی بات سے ڈر گئیں اور اس کی مان لی۔ (الدر المنثور،ج ٣،ص ٢٧٧)

یہ بات ذہن نشین رہے کہ ملائکہ کے ہاں ابلیس لعین کا نام حارث تھا،علامہ غلام رسول سعیدی غفر لہ اسی آیت مبارکہ کے تحت تبیان القرآن میں ارشاد فرماتے ہیں کہ اگر یہ تسلیم کرلیا جائے کہ یہ آیات حضرت آدم علیہ السلام و بی بی حوا کے متعلق ہیں تو یہ آیتیں مشرکین کے رد میں نازل ہوئی ہیں اور اشکال کا جواب یہ ہے کہ یہاں ہمزہ،استفہام کا مقدر ہے یعنی اجعلا لہ شرکاء اور ان آیتوں کا معنی اس طرح ہوگا کہ جب اللہ عزوجل نے حضرت آدم علیہ السلام اور بی بی حوا کی دعا کے موافق ان کو صحیح سالم بیٹا عطا کر دیا تو کیا انہوں نے اللہ عزوجل کے شریک گھڑ لئے تھے؟ تو اے مشرکو!تم کیوں اللہ کے لئے شریک گھڑتے ہو؟اور اللہ جل جلالہ اس چیز سے بلند ہے جس میں یہ مشرک اللہ عزوجل کے لئے شریک بناتے ہیں۔

آج کل بُرے ناموں کی وبا چل پڑی ہے لوگ بغیر سوچے سمجھے اپنے بچوں کے نام فلمی اداکاروں،ایکٹروں،کھلاڑیوں کے نام پر رکھ لیتے ہیں،نئے اور انوکھے نام کی جستجو میں ایسے نام بھی رکھ لئے جاتے ہیں جن کے معنی ہی کچھ نہیں ہوتے،پھر ناموں کے

## ترمذی نے بھی حضرت حوا کی تکفیر کی ہے: ❎❎



امام ترمذی نے اس روایت کو صحیح کہہ کر من وعن قبول نہیں کیا بلکہ اسناد کی وجہ سے حسن کہا ہے جبکہ متن میں موجود علتوں کی وجہ سے غریب قرار دیا ہے دیگر محدثین و محققین نے اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے نہ صرف سند بلکہ متن کو بھی مسترد کردیا ہے۔

3077 – حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ بْنُ عَبْدِ الوَارِثِ، قَالَ: حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنِ الحَسَنِ، عَنْ سَمُرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: لَمَّا حَمَلَتْ حَوَّاءُ طَافَ بِهَا إِبْلِيسُ وَكَانَ لاَ يَعِيشُ لَهَا وَلَدٌ، فَقَالَ: سَمِّيهِ عَبْدَ الحَارِثِ، فَسَمَّتْهُ عَبْدَ الحَارِثِ، فَعَاشَ، وَكَانَ ذَلِكَ مِنْ وَحْيِ الشَّيْطَانِ وَأَمْرِهِ.

هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ، لاَ نَعْرِفُهُ إِلاَّ مِنْ حَدِيثِ عُمَرَ بْنِ إِبْرَاهِيمَ عَنْ قَتَادَةَ، وَرَوَاهُ بَعْضُهُمْ عَنْ عَبْدِ الصَّمَدِ وَلَمْ يَرْفَعْهُ.

سمرہ بن جندب سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جب حوّاء حاملہ ہوئیں تو ان کے پاس شیطان آیا، ان کے بچے جیتے نہ تھے، تو اس نے کہا: (اب جب تیرا بچہ پیدا ہو) تو اس کا نام عبدالحارث رکھ، چنانچہ حواء نے اس کا نام عبدالحارث ہی رکھا تو وہ جیتا رہا۔ ایسا انہوں نے شیطانی وسوسے اور اس کے مشورے سے کیا تھا۔

👉 یہ روایت علمائے اہلسنت قبول نہیں کرتے۔

ترمذی نے پھر حدیث کی تحسین کی لکھتا ہے:

یہ حدیث حسن غریب ہے۔ ہم اسے مرفوع صرف عمر بن ابراہیم کی روایت سے جانتے ہیں اور وہ قتادہ سے روایت کرتے ہیں۔

بعض راویوں نے یہ حدیث عبدالصمد سے روایت کی ہے، لیکن اسے مرفوع نہیں کیا ہے۔

۳- عمر بن ابراہیم بصری شیخ ہے۔

## سنن ترمذي ، كتاب تفسير القرآن عن رسول الله صلى الله عليه وسلم

## 8. باب وَمِنْ سُورَةِ الأَعْرَافِ حديث : 3077-

محدثین مختلف روایات کے لئے مختلف اصطلاحات استعمال کرتے ہیں۔

امام ترمذی کی اصطلاح "حسن غریب" میں غریب سے کیا مراد ہے؟

ایسی روایت جو صرف ایک ہی طریق سے مروی ہو۔ امام ترمذی بعض جگہ کہتے ہیں: ھذا حدیث حسن غریب (یہ حدیث حسن غریب ہے)، اس اصطلاح کے معنی یہ ہیں کہ یہ حدیث سند کے اعتبار سے حسن ہے اور متن کے اعتبار سے غریب ہے، یہ حدیث دیگر محدثین کے نزدیک سند کے اعتبار سے بھی ضعیف ہے

Page |

3077۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ بْنُ عَبْدِ الْوَارِثِ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنْ قَتَادَةَ عَنِ الْحَسَنِ..........

(3076) صحيح: أخرجه الحاكم: 325/2۔ وأبو يعلى: 6654۔ هداية الرواة: 114 .

(3077) ضعيف: أخرجه أحمد: 11/5۔ والحاكم: 545/2۔ السلسلة الضعيفه: 342 .



عَنْ سَمُرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((لَمَّا حَمَلَتْ حَوَّاءُ طَافَ بِهَا إِبْلِيسُ وَكَانَ لَا يَعِيشُ لَهَا وَلَدٌ، فَقَالَ: سَمِّيهِ عَبْدَ الْحَارِثِ، فَسَمَّتْهُ عَبْدَ الْحَارِثِ، فَعَاشَ وَكَانَ ذَلِكَ مِنْ وَحْيِ الشَّيْطَانِ وَأَمْرِهِ)).

سیدنا سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''جب حوا حاملہ ہوئیں تو ابلیس ان کے آس پاس گھومنے لگا اور ان کا کوئی بچہ زندہ نہیں رہتا تھا، یہ (ابلیس) کہنے لگا: اس کا نام عبدالحارث رکھنا، چنانچہ انھوں نے اس کا نام عبدالحارث رکھ دیا، پھر وہ زندہ رہا۔ اور یہ شیطان کے وسوسے اور اس کے حکم سے تھا۔''

**وضاحت**:...... امام ترمذی فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن غریب ہے ہم اسے بواسطہ عمر بن ابراہیم، قتادہ سے مرفوع جانتے ہیں جب کہ بعض نے اسے عبدالصمد سے روایت کرتے وقت مرفوع ذکر نہیں کیا، عمر بن ابراہیم بصرہ کے رہنے والے تھے۔

3078۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ: حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ: حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ..........

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((لَمَّا خُلِقَ آدَمُ)) الْحَدِيثَ.

**علي ناصر**

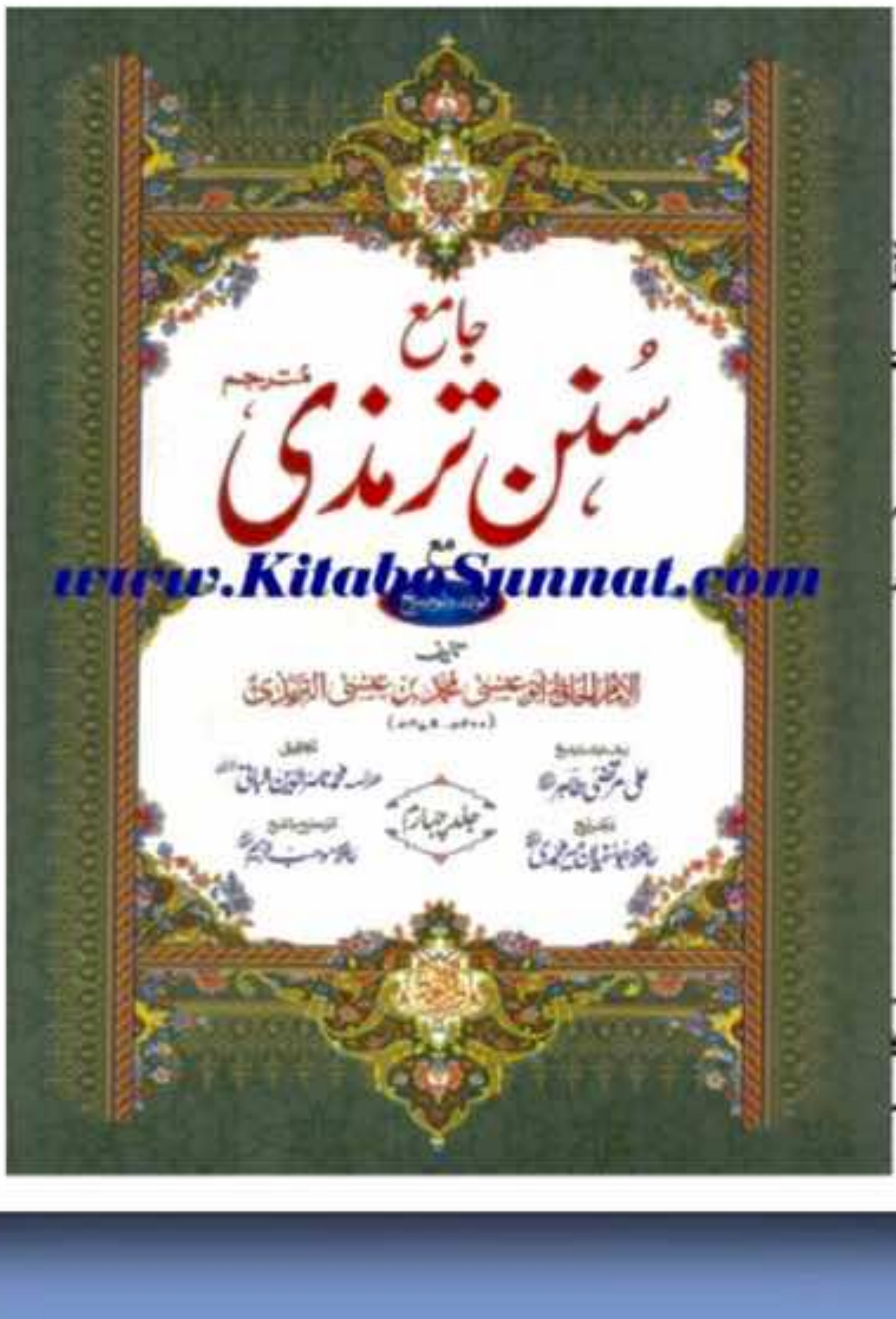


بِسْمِ اللّٰ

شروع اللہ کے نام سے

9..... بَابٌ

تفسیر

3079۔ حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ عَ

عَنْ مُصْعَبِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: لَمَّا كَانَ يَوْمُ بَدْرٍ جِئْتُ بِسَيْفٍ فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! إِنَّ اللَّهَ قَدْ شَفَى صَدْرِي مِنَ الْمُشْرِكِينَ أَوْ نَحْوَ هَذَا هَبْ لِي هَذَا السَّيْفَ، فَقَالَ: ((هَذَا لَيْسَ لِي وَلَا لَكَ))

(3078) صحیح: اس کی سند 3076 میں گزر چکی ہے لیکن اس ک

(3079) حسن صحيح: أخرجه ابو داؤد: 2740۔ ومـ

سلسلة مطبوعات جامعة أبي هريرة الإسلامية 3

حدیث انسائیکلوپیڈیا اردو

# سُنن ترمذی

الإمام الحافظ محمد بن عیسیٰ الترمذی

(200-279ھ)

(عربی متن، اُردو ترجمہ، تخریج وتحشیہ)

تیار کردہ

مجلس علمی دار الدعوۃ

إشراف، مراجعة و تقديم

ڈاکٹر عبد الرحمن بن عبد الجبار الفریوائی

استاذ حدیث جامعۃ الإمام محمد بن سعود الإسلامیۃ (ریاض)

تقديم

محدث العصر فضیلۃ الشیخ عبد اللہ ناصر رحمانی حفظہ اللہ

فاضل جامعۃ الإمام محمد بن سعود الإسلامیۃ (ریاض)

مکتبہ بیت السلام

ریاض | لاہور

(4)

خطا کار بن گئی۔'' امام ترمذی کہتے ہیں: (۱) یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ (۲) یہ حدیث کئی سندوں سے ابو ہریرہ کے واسطے سے اور نبی اکرم ﷺ سے آئی ہے۔

3077۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ بْنُ عَبْدِ الْوَارِثِ، حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ سَمُرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((لَمَّا حَمَلَتْ حَوَّاءُ طَافَ بِهَا إِبْلِيسُ، وَكَانَ لا يَعِيشُ لَهَا وَلَدٌ فَقَالَ: سَمِّيهِ عَبْدَالْحَارِثِ فَسَمَّتْهُ عَبْدَ الْحَارِثِ فَعَاشَ، وَكَانَ ذَلِكَ مِنْ وَحْيِ الشَّيْطَانِ وَأَمْرِهِ)). قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ، لانَعْرِفُهُ مَرْفُوعًا إِلا مِنْ حَدِيثِ عُمَرَ بْنِ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ قَتَادَةَ، وَرَوَاهُ بَعْضُهُمْ عَنْ عَبْدِالصَّمَدِ وَلَمْ يَرْفَعْهُ، عُمَرُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ شَيْخٌ بَصْرِيٌّ.

تخريج: تفرد به المؤلف (تحفة الأشراف: ٤٦٠٤) (ضعيف)

(حسن بصری مدلس ہیں اور روایت عنعنہ سے ہے اور حسن کا سمرہ رضی اللہ عنہ سے سماع میں سخت اختلاف ہے اور عمر بن ابراہیم کی قتادہ سے روایت میں اضطراب پایا جاتا ہے، ملاحظہ ہو: الضعيفة رقم ٣٤٢)

۳۰۷۷۔ سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''جب حوا حاملہ ہوئیں تو ان کے پاس شیطان آیا، ان کے بچے جیتے نہ تھے، تو اس نے کہا: (اب جب تیرا بچہ پیدا ہو) تو اس کا نام عبدالحارث رکھ، چنانچہ حوا نے اس کا نام عبدالحارث ہی رکھا تو وہ جیتا رہا۔ ایسا انہوں نے شیطانی وسوسے اور اس کے مشورے سے کیا تھا۔

امام ترمذی کہتے ہیں: (۱) یہ حدیث حسن غریب ہے۔ ہم اسے مرفوع صرف عمر بن ابراہیم کی روایت سے جانتے ہیں اور وہ قتادہ سے روایت کرتے ہیں۔ (۲) بعض راویوں نے یہ حدیث عبدالصمد سے روایت کی ہے، لیکن اسے مرفوع نہیں کیا ہے۔ (۳) عمر بن ابراہیم بصری شیخ ہیں۔

3078۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ، حَدَّثَنَا أَبُونُعَيْمٍ، حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: ((لَمَّا خُلِقَ آدَمُ))، الْحَدِيثَ.

تخريج: انظر حديث رقم ٣٠٧٦ (صحیح) (حدیث پہلے گزری)۔

۳۰۷۸۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب آدم پیدا کیے گئے......'' (آگے) پوری حدیث بیان کی۔

## 9۔ بَابُ وَمِنْ سُورَةِ الْأَنْفَالِ
## ۹۔ باب: سورۂ انفال سے بعض آیات کی تفسیر

3079۔ حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ، حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ عَيَّاشٍ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ بَهْدَلَةَ، عَنْ مُصْعَبِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: لَمَّا كَانَ يَوْمُ بَدْرٍ جِئْتُ بِسَيْفٍ فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ! إِنَّ اللّٰهَ قَدْ شَفَى

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوا أَن
تُصِيبُوا قَوْمًا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوا عَلَىٰ مَا فَعَلْتُمْ نَادِمِينَ ○

# احادیثِ ضعیفہ کا مجموعہ

جن سے اُمتِ مسلمہ کو ناقابلِ تلافی نقصان پہنچا

تالیف الشیخ علامہ محمد ناصر الدین البانی رحمہ اللہ

ترجمہ مولانا محمد صادق خلیل رحمہ اللہ



قرآن وسنت کا داعی
مکتبہ محمدیہ

مغیرہ کو میں نہیں پہچانتا ہوں، بعد ازاں بیہقی رحمہ اللہ نے بیان کیا کہ یہ حدیث ایک دوسرے طریق سے مروی ہے جو قوی نہیں ہے ہمیں ابوعبداللہ الحافظ نے خبر دی اس نے کہا مجھے ابوعبداللہ محمد بن خلیل نیشاپوری نے حدیث سنائی اس نے کہا ہمیں صالح بن عبداللہ نیشاپوری نے حدیث سنائی اس نے کہا ہمیں عبد الرحمٰن بن عمار الشہید نے حدیث بیان کی اس نے کہا ہمیں مغیرہ بن مسلم نے اس نے عطاء سے اس نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اس کی مثل مرفوعاً روایت کیا ہے۔

میں کہتا ہوں: یہ اسناد اندھیرے والی ہے اس لئے کہ جو روایت اس مغیرہ سے نیچے ہیں مجھے ان کے کوائف سے آگاہی حاصل نہیں ہے۔

## عبدالحارث کی وجہ تسمیہ

(۳۴۲) لَمَّا حَمَلَتْ حَوَّاءُ طَافَ بِهَا إِبْلِيسُ وَكَانَ لَا يَعِيشُ لَهَا وَلَدٌ فَقَالَ: سَمِّيهِ عَبْدُ الْحَارِثِ فَسَمَّتْهُ عَبْدُ الْحَارِثِ فَعَاشَ وَكَانَ ذَلِكَ مِنْ وَحْيِ الشَّيْطَانِ وَأَمْرِهِ۔

''جب اماں حواء حاملہ ہوئی تو اس کے اردگرد ابلیس نے چکر لگایا جب کہ مائی حواء کا بچہ زندہ نہیں رہتا تھا تو اس نے کہا اس کا نام عبدالحارث رکھنا تو مائی حواء نے اس کا نام عبدالحارث رکھا چنانچہ وہ زندہ رہا جبکہ یہ بات شیطان کی وحی اور اس کے حکم کے باعث تھی۔''

**تحقیق**: یہ حدیث ضعیف ہے، ترمذی رحمہ اللہ نے (۲/۱۸۱۔ بولاق) میں اور حاکم رحمہ اللہ نے (۲/۵۴۵) میں اور ابن بشران رحمہ اللہ نے الامالی (۲/۱۵۸) میں اور احمد رحمہ اللہ نے (۵/۱۱) میں اور ان کے علاوہ دوسروں نے بھی عمر بن ابراہیم کے طریق سے بیان کیا ہے کہ وہ قتادہ سے وہ حسن سے وہ سیدنا سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً بیان کرتے ہیں! امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ حدیث حسن غریب ہے، ہم سوائے اس سند کہ عمر بن ابراہیم قتادہ سے روایت کرتے ہیں کہ نہیں پہچانتے۔ امام حاکم رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس کی سند صحیح ہے اور امام ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔

میں کہتا ہوں: ایسا نہیں ہے جیسا کہ انہوں نے کہا، حسن کا سیدنا سمرہ رضی اللہ عنہ سے سماع کے بارے میں اختلاف مشہور ہے، پھر وہ مدلس بھی ہے اور یہاں سیدنا سمرہ رضی اللہ عنہ سے سماع کی تصریح بھی نہیں ملتی، امام

ذہبی رحمہ اللہ المیزان میں اس کے حالات بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: حسن اکثر تدلیس کیا کرتا، پس جب وہ حدیث بیان کرتے ہوئے یہ کہے کہ عن فلان تو اس کو دلیل بنانا کمزور ہے اور جو چیز اس کے ضعف کو واضح کر رہی ہے وہ ہے جس کے ساتھ اللہ پاک کے ارشاد کی تفسیر کر رہی ہے، ارشاد ربانی ہے: ﴿فَلَمَّا آتَاهُمَا صَالِحًا جَعَلَا لَهُ شُرَكَاءَ فِيمَا آتَاهُمَا﴾ تو جب اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو صالح لڑکا عطا کیا تو ماں باپ نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرکاء کو کھڑا کر دیا جو اللہ تعالیٰ نے ان کو عطا کیا تھا۔'' ذہن نشین کریں کہ حسن نے خود اس آیت کی تفسیر اس تفسیر کے خلاف کی ہے جو تفسیر اس حدیث میں ہے پس اگر اس کے ہاں حدیث صحیح مرفوع ہوتی تو اس سے کنارہ کشی اختیار نہ کرتا، چنانچہ اس نے اس کی تفسیر میں وضاحت کی ہے کہ یہ صورت حال بعض لوگوں میں تھی جب کہ آدم علیہ السلام کے بارے میں نہیں ہے۔ علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ نے (۲/ ۲۷۴-۲۷۵) میں اس کو چند طرق سے حسن سے ہی بیان کیا ہے، بعد ازاں ابن کثیر رحمہ اللہ نے واضح کیا ہے کہ اس کی اسانید حسن سے صحیح ہیں، اس نے آیت کی تفسیر اس انداز سے کی ہے جب کہ یہ سب تفاسیر سے احسن ہے اور زیادہ مناسب ہے جس پر آیت کو محمول کیا گیا ہے آپ مکمل کلام کا ملاحظہ کریں بلاشبہ نہایت نفیس ہے، اور اسی طرح علامہ ابن قیم رحمہ اللہ نے البیان فی اقسام القرآن (ص ۲۶۴) پر واضح کیا ہے۔

## نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا لکھنے پڑھنے کی تعلیم حاصل کرنا

(۳۴۳) مَامَاتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم حَتّٰی قَرَأَ وَكَتَبَ۔

''رسول اللہ ﷺ اس وقت تک فوت نہ ہوئے جب تک کہ آپ نے پڑھنا لکھنا معلوم نہ کر لیا۔''

**تحقیق:** یہ حدیث موضوع ہے، اس کو ابو العباس رحمہ اللہ نے اپنی حدیث (ج ۳ رقم ۱۵۳ میرے نسخہ کے مطابق) میں اور طبرانی رحمہ اللہ نے ابی عقیل الثقفی کے طریق سے اس نے مجاہد سے بیان کیا کہ مجھے عون بن عبداللہ بن عتبة نے اپنے والد سے بیان کیا۔ پھر یہ حدیث ذکر کی۔ امام طبرانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ حدیث منکر ہے اور ابو عقیل (راوی) ضعیف ہے جب کہ اس کا مفہوم کتاب اللہ کے مخالف ہے امام سیوطی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو ذیل الموضوعات (ص ۵) میں بیان کیا ہے، جب کہ **صحیح بخاری** (۷/ ۴۰۳-۴۰۹) میں سیدنا براء رضی اللہ عنہ سے صلح حدیبیہ کے بارے میں ہے تو جب صلح نامہ تحریر کیا گیا اس میں تحریر کیا یہ فیصلہ محمد اللہ کے رسول کا ہے انہوں نے کہا کہ ہم آپ کو رسول تسلیم نہیں کرتے اگر ہمیں یقین

حاکم نے بھی اس روایت کو اپنی سند سے روایت کر کے صحیح تسلیم کیا اور ذہبی نے بھی صحیح کہا ہے:

4003 – حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عُثْمَانَ بْنِ يَحْيَى الْآدَمِيُّ الْمُقْرِئُ بِبَغْدَادَ، ثنا أَبُو قِلَابَةَ، ثنا عَبْدُ الصَّمَدِ بْنُ عَبْدِ الْوَارِثِ، ثنا عُمَرُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «كَانَتْ حَوَّاءُ لَا يَعِيشُ لَهَا وَلَدٌ فَنَذَرَتْ لَئِنْ عَاشَ لَهَا وَلَدٌ تُسَمِّيهِ عَبْدَ الْحَارِثِ فَعَاشَ لَهَا وَلَدٌ فَسَمَّتْهُ عَبْدَ الْحَارِثِ، وَإِنَّمَا كَانَ ذَلِكَ عَنْ وَحْيٍ مِنَ الشَّيْطَانِ» هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحُ الْإِسْنَادِ وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ "

[التعليق – من تلخيص الذهبي] 4003 – صحيح

المستدرك على الصحيحين ج 2 ص 594

"المستدرک" میں جو احادیث مبارکہ موجود ہیں ان میں بعض علمائے کرام نے کلام کیا ہے بعض نے کہا ہے کہ وہ حدیث کو صحیح کہنے میں وسیع الظرف تھے جبکہ بعض نے اُن پہ تساہل کا الزام بھی وارِد کیا ہے۔

جو بچہ جناب حوّا کے یہاں پیدا ہوتا تھا وہ جیتا نہیں تھا، پس انہوں نے نذر مانی کہ اگر بچہ پیدا ہو گا تو اسکا نام عبد الحارث رکھیں گی، بیشک انہوں نے ایسا اس لئے کیا تھا کیونکہ شیطان نے ان پر ایسا کرنے کی وحی کی تھی۔

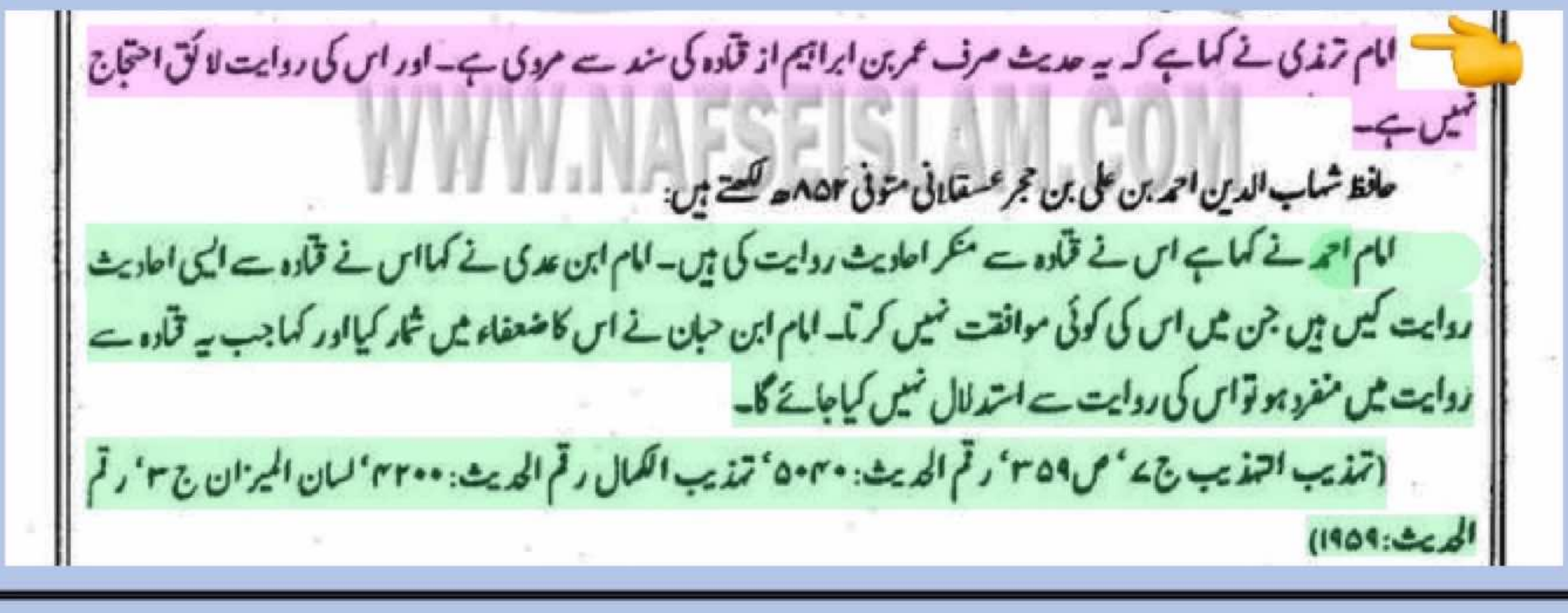
امام ترمذی نے کہا ہے کہ یہ حدیث صرف عمر بن ابراہیم از قتادہ کی سند سے مروی ہے۔ اور اس کی روایت لائق احتجاج نہیں ہے۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

امام احمد نے کہا ہے اس نے قتادہ سے منکر احادیث روایت کی ہیں۔ امام ابن عدی نے کہا اس نے قتادہ سے ایسی احادیث روایت کیں ہیں جن میں اس کی کوئی موافقت نہیں کرتا۔ امام ابن حبان نے اس کا ضعفاء میں شمار کیا اور کہا جب یہ قتادہ سے روایت میں منفرد ہو تو اس کی روایت سے استدلال نہیں کیا جائے گا۔

(تہذیب التہذیب ج ۷، ص ۳۵۹، رقم الحدیث: ۵۰۴۰، تہذیب الکمال رقم الحدیث: ۴۲۰۰، لسان المیزان ج ۳، رقم الحدیث: ۱۹۵۹)

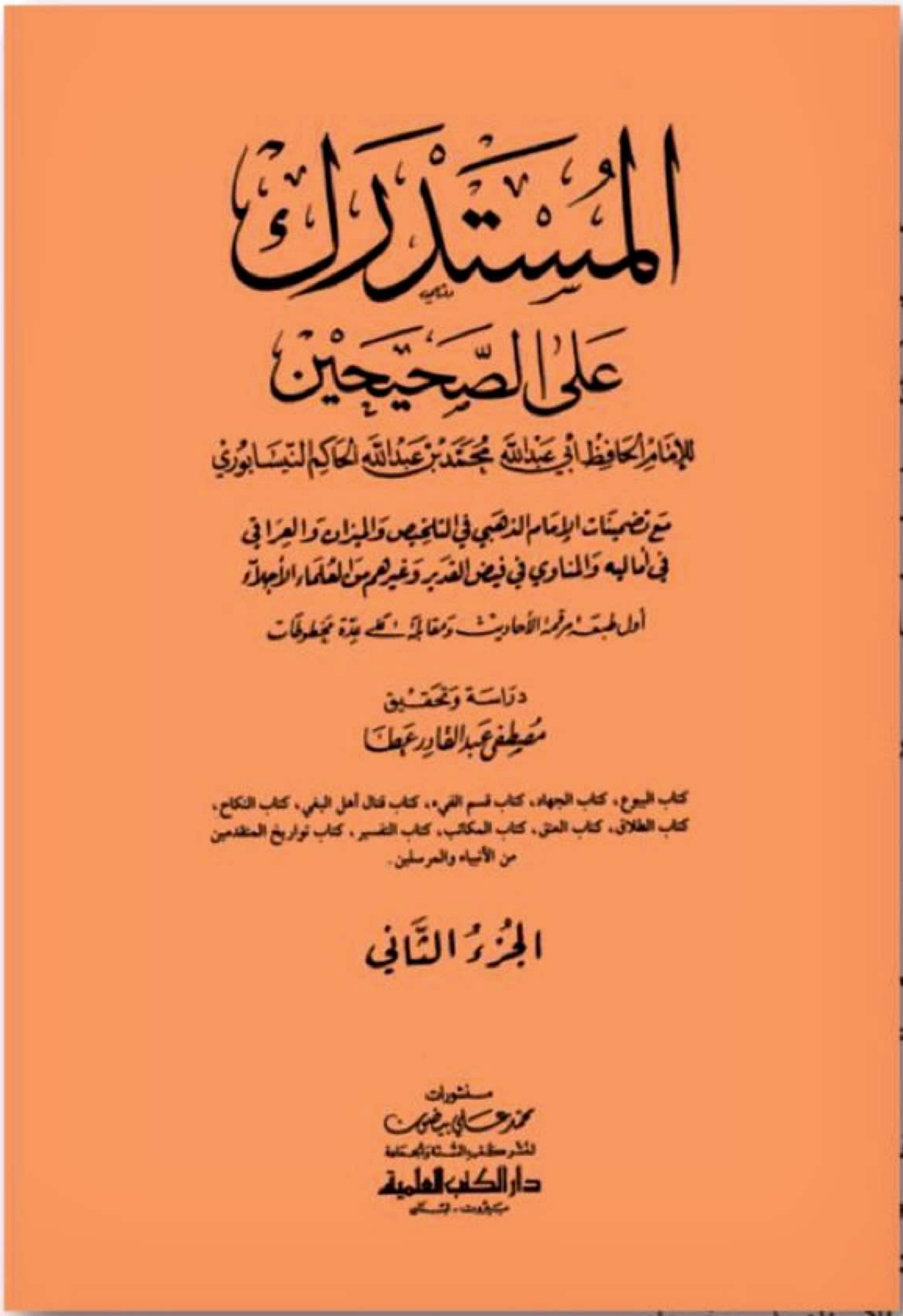




١٠/٤٠٠١ ـ أخبرنا
سعيد الدارمي، ثنا القعنبي
عبد الحميد بن عبد الرحم
عمر بن الخطاب رضي الله
ظهورهم ذرياتهم﴾ [الأعر
يقول: «إن الله خلق آدم ث
للجنة وبعمل أهل الجنة يع
للنار وبعمل أهل النار يعم
٢/٥٤٥ خلق العبد للجنة استعمله
الجنة وإذا خلق العبد للنار
فيدخل النار».

هذا حديث صحيح

١١/٤٠٠٢ ـ حدثنا
ثنا الحسن بن عطية، ثنا ال
عن ابن عباس رضي الله ع
تخلقني بيدك؟ قال: بلى.
رب ألم تسكني جنتك؟ ق
بلى. قال: أرأيت أن تبت
﴿فتلقى آدم من ربه كلمات

هذا حديث صحيح الإسناد ولم يخرجاه.

١٢/٤٠٠٣ ـ حدثنا أحمد بن عثمان بن يحيى الآدمي المقري ببغداد، ثنا أبو قلابة، ثنا عبد الصمد بن عبد الوارث، ثنا عمر بن إبراهيم، عن قتادة، عن الحسن، عن سمرة بن جندب، عن النبي ﷺ قال: «كانت حواء لا يعيش لها ولد فنذرت لئن عاش لها ولد تسميه عبد الحارث فعاش لها ولد فسمته عبد الحارث وإنما كان ذلك عن وحي الشيطان».

هذا حديث صحيح الإسناد ولم يخرجاه.

٤٠٠١ ـ قال في التلخيص: على شرط البخاري ومسلم.
٤٠٠٢ ـ قال في التلخيص: صحيح.
٤٠٠٣ ـ قال في التلخيص: صحيح.

محدثین کی طرف سے جب کہا جائے کہ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ حدیث کے صحیح ہونے کی تین شرائط پوری ہیں یعنی اتصال سند، ضبط رواۃ اور عدالت رواۃ جبکہ دو شرائط نفی شذوذ اور نفی علت کا پورا ہونا ثابت نہیں ہے۔

گویا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم، سمرہ بن جندب، حسن بصری، ترمذی، حاکم ذہبی وغیرہ کا یہ عقیدہ تھا کہ نبی کی زوجہ، ام بشر حوا علیہا السلام شیطان کے اولیاء میں سے تھیں نعوذ باللہ کیونکہ اللہ سبحانہ تعالی نے وضاحت کے ساتھ فرمایا کہ شیطان اپنے اولیاء پر وحی کرتا ہے۔

ترمذی میں حضرت سمرہ بن جندب کی نبی کریم سے روایت درحقیقت ضعیف ہے۔ حضرت حسن بصری نے اس واقعے کو تسلیم ہی نہیں کیا بلکہ آیت کا یہ حصہ یہود و نصاری کے متعلق بیان کیا ہے۔

امام حاکم اور امام ذہبی نے روایت کو صحیح السند کہا ہے جبکہ صحیح روایت وہ ہوتی ہے جو نہ صرف صحیح السند ہو بلکہ صحیح المتن بھی ہو۔ محدثین کے نزدیک روایت کی قبولیت صرف سند کی بنیاد پر نہیں ہوتی متن کو بھی پرکھنا لازم ہے۔

وَلَا تَأْكُلُوا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ وَإِنَّهُ لَفِسْقٌ ۗ وَإِنَّ الشَّيَاطِينَ لَيُوحُونَ إِلَىٰ أَوْلِيَائِهِمْ لِيُجَادِلُوكُمْ ۖ وَإِنْ أَطَعْتُمُوهُمْ إِنَّكُمْ لَمُشْرِكُونَ (121)

بے شک شیاطین اپنے اولیاء (دوستوں) کے اوپر وحی کرتے (دلوں میں باتیں ڈالتے) ہیں تاکہ وہ تم سے جھگڑیں، اور اگر تم نے ان کا کہا مانا تو تم بھی مشرک ہو جاؤ گے۔

توہین جب ہوتی جب اس قسم کی روایات صحیح کا درجہ رکھتیں اور نبی کریم سے مروی ہوتیں کیونکہ ہزاروں سال پہلے کا واقعہ نبی کریم ہی بذریعہ وحی درست بیان کر سکتے ہیں۔ حضرت ابن عباس یا کوئی بھی صحابی یا تابعی حضرت آدم و حوا کے متعلق واقعات اہل کتاب سے سن کر ہی بیان کر سکتے ہیں، جن پر من و عن یقین رکھنا اور عقیدہ بنانا ممکن نہیں ہے۔

کیا یہ جناب حوا کی توہین اور انکی تکفیر نہیں ہے؟ اور کیا یہی تحفظ ناموس رسالت ہے؟

اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آیت کا مطلب کیا ہے اور اس میں کن لوگوں کا حال بیان کیا ہے؟ اس کے بارے میں حضرت حسن (بصری) سے منقول ہے کہ اس سے یہود و نصاریٰ مراد ہیں اللہ تعالیٰ نے انہیں اولاد عطا فرمائی تو ان کو یہودی اور نصرانی بنا دیا مفسر ابن کثیر فرماتے ہیں: وهو من أحسن التفاسير وأولى ما حملت عليه الآية (کہ یہ سب سے اچھی تفسیر ہے اور آیت کو اس پر محمول کرنا اَولیٰ ہے)

بات تکفیر کی ہو اور ناصبیوں کا ابن عبد الوھاب خاموش رہے یہ ناممکن ہے اس نے بھی حضرت آدم و حوّا علیہما السلام کی تکفیر کی ناکام کوشش کی اپنی کتاب توحید میں لکھتا ہے:

کوئی ناکام کوشش نہیں کی بلکہ ابن حزم نے تو حضرت آدم و حوا کا دفاع کرتے ہوئے اس واقعے کو قبول ہی نہیں کیا بلکہ من گھڑت کہا ہے۔

**قال ابن حزم: اتفقوا على تحريم كل اسم معبد لغير الله كعبد عمرو، وعبد الكعبة، وما أشبه ذلك حاشى عبد المطلب. وعن ابن عباس في الآية: "قال لما تغشاها آدم حملت فأتاهما إبليس فقال: إني صاحبكما الذي أخرجتكما من الجنة لتطيعاني أو لأجعلن له قرني أيل، فيخرج من بطنك فيشقه، ولأفعلن ولأفعلن يخوفهما، سمياه عبد الحارث. فأبيا أن يطيعاه فخرج ميتا، ثم حملت فأتاهما فقال مثل قوله، فأبيا أن يطيعاه، فخرج ميتا. ثم حملت فأتاهما فذكر لهما فأدركهما حب الولد فسمياه عبد**

ابن حزم نے حضرت ابن عباس کا قول نقل کیا ہے۔ یہ خبر واحد ہے۔ تفسیر قوی نہیں ہے۔ سب سے اہم بات یہ واقعہ حضرت ابن عباس تک اہل کتاب سے پہنچا ہے۔

**الحارث، فذلك قوله {جَعَلا لَهُ شُرَكَاءَ فِيمَا آتَاهُمَا} " رواه ابن أبي حاتم.**

**وله بسند صحيح عن قتادة قال: "شركاء في طاعته ولم يكن في عبادته"**

ابن حزم کہتا ہے مسلمانوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ ہر وہ نام رکھنا حرام ہے جس میں غیر اللہ کی طرف عبدیت کا اظہار ہوتا ہو جیسے عبد عمرو، عبد الکعبہ وغیرہ۔ صرف عبد المطلب اس سے مستثنیٰ ہے۔اور ابن عبّاس سے اللہ سبحانہ تعالی کے قول جب (آدم وحوا) آپس میں ملے تو یہ حاملہ ہوئیں۔ابلیس ان کے پاس آکر کہنے لگا کہ میں وہی ہوں جس نے تم کو جنّت سے نکالا۔میری بات مانو اور ہونے والے بچے کا نام عبد الحارث رکھو ورنہ میں اس کے سر پر بارہ سنھگا جیسا سر بنادوں گا اور یہ تمہارا پیٹ چیر کر باہر نکلے گا اور میں ایسا کروں گا۔ لیکن انہوں نے نہ مانا اور امید کرنے لگے لیکن بچہ مردہ پیدا ہوا۔ پھر وہ دوبارہ حاملہ ہوئیں اور ابلیس واپس آیا اور جیسا پہلے کہا تھا ویسا پھر کہا۔دونوں (دوبارہ ویسا ہی کیا) اور امید کرنے

**یہ اہل کتاب کے آثار ہیں، حضرت ابن عباس نے نبی کریم سے یہ واقعہ بیان نہیں فرمایا۔ علمائے اہلسنت اس واقعہ کو درست تسلیم نہیں کرتے۔**

لگے لیکن مردہ پیدا ہوا— پھر وہ دوبارہ حاملہ ہوئیں اور ابلیس واپس آیا اور جیسا پہلے کہا تھا ویسا پھر کہا— ان کے دل میں بچے کی محبّت پیدا ہوئی اور انہوں نے اس کا نام عبد الحارث رکھا— قرآن کی آیت **جَعَلا لَهُ شُرَكَاءَ فِيمَا آتَاهُمَا** میں اسی بارے میں ہے۔

اس کو روایت کیا ہے ابن ابی حاتم نے— اور صحیح سند کے ساتھ قتادہ نے بھی روایت کیا ہے اور کہا کہ ان کا شرک اطاعت میں تھا نہ کہ عبادت میں۔

# كتاب التوحيد ص 133/132

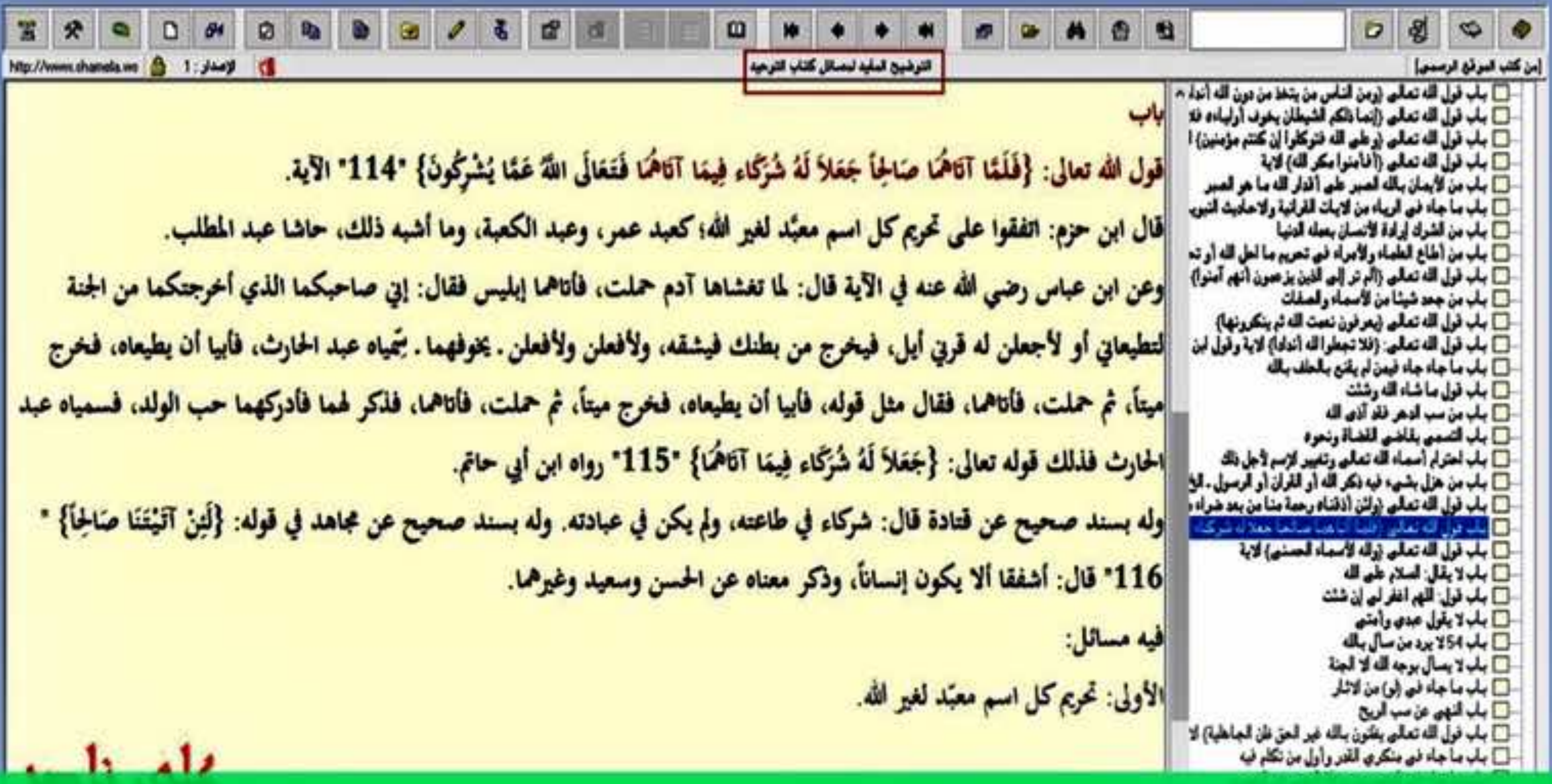

باب

قول الله تعالى: {فَلَمَّا آتَاهُمَا صَالِحاً جَعَلاَ لَهُ شُرَكَاء فِيمَا آتَاهُمَا فَتَعَالَى اللهُ عَمَّا يُشْرِكُونَ} "114" الآية.

قال ابن حزم: اتفقوا على تحريم كل اسم معبَّد لغير الله؛ كعبد عمر، وعبد الكعبة، وما أشبه ذلك، حاشا عبد المطلب.

وعن ابن عباس رضي الله عنه في الآية قال: لما تغشاها آدم حملت، فأتاهما إبليس فقال: إني صاحبكما الذي أخرجتكما من الجنة لتطيعاني أو لأجعلن له قرني أيل، فيخرج من بطنك فيشقه، ولأفعلن ولأفعلن. يخوفهما. سمّياه عبد الحارث، فأبيا أن يطيعاه، فخرج ميتاً، ثم حملت، فأتاهما، فقال مثل قوله، فأبيا أن يطيعاه، فخرج ميتاً، ثم حملت، فأتاهما، فذكر لهما فأدركهما حب الولد، فسمياه عبد الحارث فذلك قوله تعالى: {جَعَلاَ لَهُ شُرَكَاء فِيمَا آتَاهُمَا} "115" رواه ابن أبي حاتم.

وله بسند صحيح عن قتادة قال: شركاء في طاعته، ولم يكن في عبادته. وله بسند صحيح عن مجاهد في قوله: {لَئِنْ آتَيْتَنَا صَالِحاً} "116" قال: أشفقا ألا يكون إنساناً، وذكر معناه عن الحسن وسعيد وغيرهما.

فيه مسائل:

الأولى: تحريم كل اسم معبّد لغير الله.

ابن حزم نے ابن ابی حاتم کے حوالے سے بیان کیا ہے اور یہ حضرت ابن عباس کا قول ہے، جسے محققین نے اسرائیلی روایات قرار دیا ہے، حضرت ابن عباس کے پاس یہ واقعہ اہل کتاب سے پہنچا، وہ خود عینی گواہ نہیں تھے، یہ حدیث بھی فرد واحد کی خبر ہے اور آیت کی یہ تفسیر علمائے اہلسنت کے نزدیک قابل قبول نہیں ہے، اس کی کئی وجوہات بھی بیان کی گئی ہیں۔

اس قسم کی روایات و آثار سے کتب نواصب بھری پڑی ہیں ہم نے اختصار کے سبب چند نمونوں پر خوف طوالت کے سبب اکتفا کیا ہے۔

ان روایات کے متعلق ابن حزم لکھتا ہے:

**وأما قَوْله عز وَجل {لَئِن آتيتنا صَالحا لنكونن من الشَّاكِرِينَ فَلَمَّا آتاهما صَالحا جعلا لَهُ شُرَكَاء فِيمَا آتاهما} فَهَذَا تَكْفِير لآدَم عَلَيْهِ السَّلَام وَمن نسب لآدَم عَلَيْهِ السَّلَام الشّرك وَالْكفْر كفرا مُجَردا بِلَا خلاف من أحد من الْأمة وَنحن ننكر على من كفر الْمُسلمين العصاة العشارين القتالين وَالشّرط الْفَاسِقين فَكيف من كفر الْأَنْبِيَاء عَلَيْهِم السَّلَام وَهَذَا الَّذِي نسبوه إِلَى آدم عَلَيْهِ السَّلَام من أَنه سمى ابْنه عبد الْحَارِث خرافة مَوْضُوعَة مكذوبة من تأليف من لَا دين لَهُ وَلَا حَيَاء لم يَصح سندها قطّ**

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے قول "اگر تو نے ہمیں صالح (اولاد) دی تو ہم ضرور شکر گزار ہونگے، پھر (جب اللہ) نے ان کو صالح

اس قسم کی روایات و آثار اہلسنت کتب میں بہت کم ہیں اور الحمدللہ ہر دور میں علمائے اہلسنت محققین نے دفاع کا حق ادا کیا ہے کبھی بھی انبیائے کرام، نبی کریم، اہل بیت کرام اور صحابہ کرام کی شان کے خلاف کسی روایت کے متن کو قبول نہیں کیا۔

# عمر نام کے راویوں کا ذکر

ہر وہ راوی جس کی کنیت میں نے ذکر نہیں کی اس کی کنیت ابوحفص ہے۔

**۴۸۶۲۔س۔عمر بن ابراہیم بن سلیمان بغدادی، ابوالآذان ''اذن کی جمع ہے اور یہ لقب ہے اور اس کی کنیت ابوبکر ہے'' جزری الاصل:**

عراق فروکش ہوا، بارہویں طبقہ کا ''ثقہ حافظ'' راوی ہے ۲۹۰ھ میں فوت ہوا، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کے بعد ہوا۔

**۴۸۶۳۔قد، ت، س، ق۔عمر بن ابراہیم عبدی بصری، ہروی کا ساتھی:**

ساتویں طبقہ کا ''صدوق'' راوی ہے تاہم قتادہ سے اس کی حدیث میں ضعف پایا جاتا ہے۔

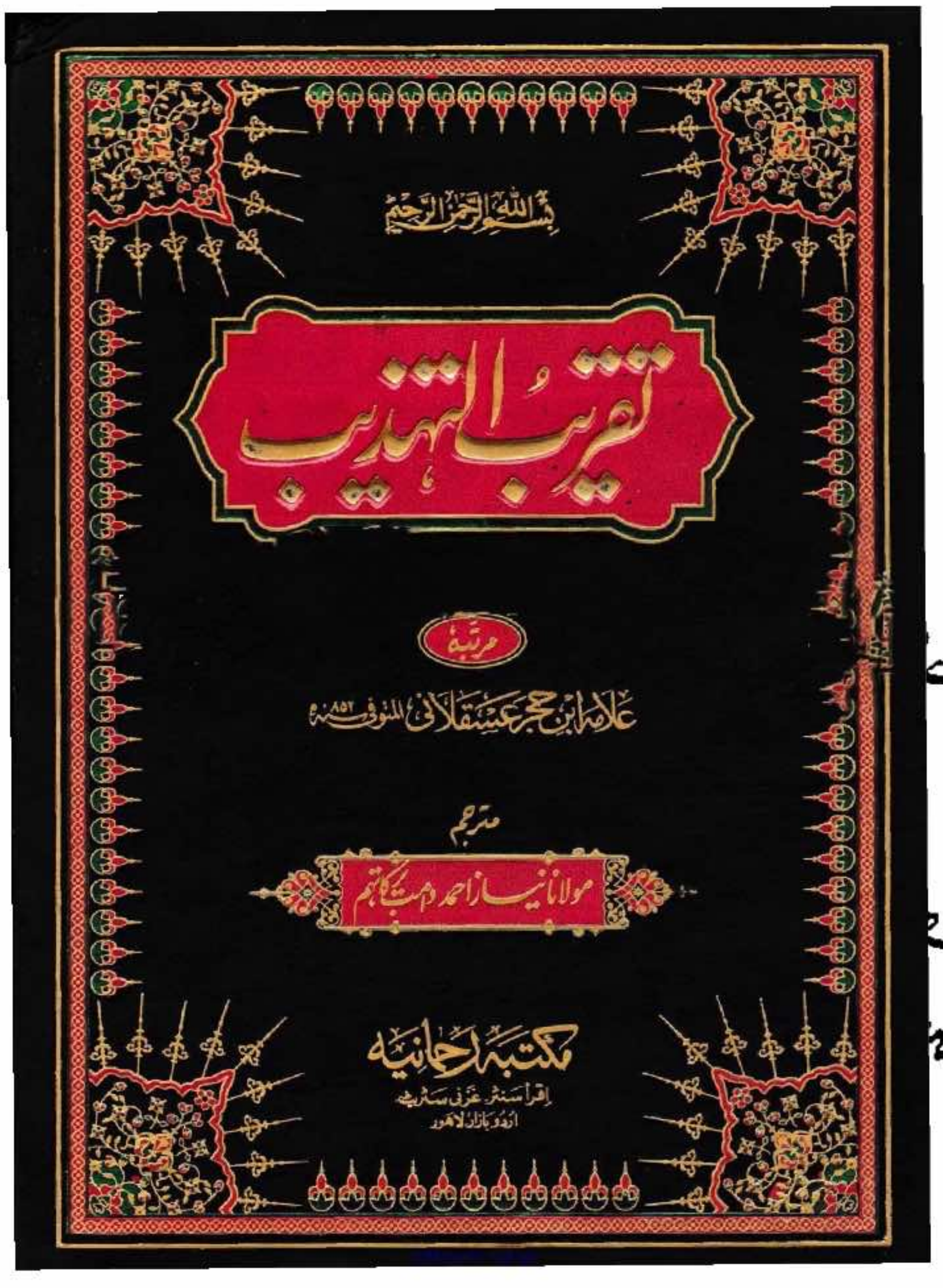


**۴۸۶۴۔ت۔عمر بن اسحاق بن عبداللہ بن ابوطلحہ مدنی:**

ساتویں طبقہ کا ''مجہول الحال'' راوی ہے۔

**۴۸۶۵۔م۔عمر بن اسحاق مدنی، زائدہ کا غلام، حجازی:**

چھٹے طبقہ کا ''مقبول'' راوی ہے۔

**۴۸۶۶۔ت۔عمر بن اسماعیل بن مجالد ہمدانی کوفی:**

بغداد فروکش ہوا، دسویں طبقہ کے صغار حضرات میں سے

**۴۸۶۷۔م، د، س، ق۔عمر بن ایوب عبدی موصلی:**

نویں طبقہ کا ''صدوق صاحب اوہام'' راوی ہے ۸۸

**۴۸۶۸۔س۔عمر بن ابوبکر بن عبدالرحمٰن بن حارث بن**

چھٹے طبقہ کا ''مقبول'' راوی ہے۔

و قال الخطيب كان ثقة •

(٦٩٤) ق د ت س ق - عمر ﴿ بن ابراهيم العبدى ابو حفص البصرى صاحب الهروى (٣) • روى عن قتادة ومطر الوراق • وعنه ابنه الخليل و عباد بن

(١) عمر ابو الآذان جمع اذن وهو لقبه ١٢ تقريب (٢) و في الخلاصة قال ابن قانع مات سنة ثلاث و تسعين ومأتين ١٢ (٣) الهروى بفتح

الحمد لله الذي وفقنا و يسر لنا طبع

﴿ الجزء السابع ﴾

• من كتاب •

# تهذيب التهذيب

للامام الحافظ الحجة شيخ الاسلام شهاب الدين

أبي الفضل احمد بن علي بن حجر العسقلاني

المتوفى سنة ( ٨٥٢ ) رحمه الله تعالى

بمنه وكرمه آمين

﴿ الطبعة الاولى ﴾

بمطبعة مجلس دائرة المعارف النظامية الكائنة في الهند

بمحروسة حيدرآباد الدكن عمرها الله الى أقصى الزمن

سنة ( ١٣٢٦ ) هجرية

امام ترمذی نے کہا ہے کہ یہ حدیث صرف عمر بن ابراہیم از قتادہ کی سند سے مروی ہے۔ اور اس کی روایت لائق احتجاج نہیں ہے۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

امام احمد نے کہا ہے اس نے قتادہ سے منکر احادیث روایت کی ہیں۔ امام ابن عدی نے کہا اس نے قتادہ سے ایسی احادیث روایت کیں ہیں جن میں اس کی کوئی موافقت نہیں کرتا۔ امام ابن حبان نے اس کا ضعفاء میں شمار کیا اور کہا جب یہ قتادہ سے روایت میں منفرد ہو تو اس کی روایت سے استدلال نہیں کیا جائے گا۔

(تہذیب التہذیب ج ۷، ص ۳۵۹، رقم الحدیث: ۵۰۴۰، تہذیب الکمال رقم الحدیث: ۴۲۰۰، لسان المیزان ج ۳، رقم الحدیث: ۱۹۵۹)



العوام وعبد الصمد بن عبد الوارث وشاذ بن فياض • قال حرب قلت لاحمد تعرفه قال نعم ثقة لا اعلم الا خيرا وقال يعقوب بن شيبة سمعت احمد سئل عنه قال قال عبد الصمد اخرج الينا كتابا في لوح قال وكان عبد الصمد يحمده • قال احمد وهو يروى عن قتادة احاديث مناكير يخالف • قال وقد روى عباد بن العوام عنه حديثا منكرا (١) وقال اسحاق بن منصور عن ابن معين صالح وقال عثمان الدارمى عن ابن معين ثقة وقال ابو حاتم يكتب حديثه ولا يحتج به وقال احمد بن الدورقى (٢) وعلى بن مسلم عن عبد الصمد ثنا عمر بن ابراهيم وكان ثقة وفوق الثقة وقال ابن عدى يروى عن قتادة اشياء لا يوافق عليها وحديثه خاصة عن قتادة مضطرب • قلت • وذكره ابن حبان في الثقات وقال يخطئ و يخالف وذكره فى الضعفاء فقال كان ممن ينفرد عن قتادة بما لا يشبه حديثه فلا يعجبني الاحتجاج به اذا انفرد فاما فيما روى عن الثقات فان اعتبر به معتبر لم ار بذلك بأسا وقال البرقانى عن الدارقطنى لين يترك وقال ابو بكر البزار ليس بالحافظ •

# الباعث الحثيث

شرح

## اختصار علوم الحديث

للحافظ ابن كثير

٧٠١ - ٧٧٤ هـ

شرح
العلامة أحمد محمد شاكر

تعليق
المحدث ناصر الدين الألباني

حققه وتمم حواشيه
علي بن حسن بن علي بن عبد الحميد الحلبي الأثري

مكتبة المعارف للنشر والتوزيع
لصاحبها سعد بن عبد الرحمن الراشد
الرياض

ابن كثير

الباعث الحثيث

مكتبة المعارف للنشر والتوزيع

علـةٌ توجبُ ضَعْفَـــه (١) .

قلت: في هذا الكتاب أنواعٌ من الحديث كثيرةٌ، فيه الصحيح المُستدرَك، وهو قليلٌ، وفيه صحيحٌ قد خرّجه البخاريُّ ومسلمٌ أو أحدهما، لم يعلم (٢) به الحاكمُ !.

وفيه الحسنُ والضعيفُ والموضُوع أيضاً.

وقد اختصره شيخُنا [الحافظُ] أبو عبد الله الذّهبي، وبيّـن هذا كلَّه، وجمع مِنْـهُ جزءاً كبيراً ممّـا وقع فيه من الموضوعـــاتِ، وذلك يقاربُ مئةَ حديثٍ (٣) . والله أعلـم (٤) .

---

(١) ونقل الحافظُ العراقيُّ عن بدر الدين بن جماعة قال : يتتبّعُ ويُحكَمُ عليه بما يليق بحاله، من الحُسن أو الصحّة أو الضعفِ. وهذا هو الصوابُ. (ش).
انظر «التقييد والإيضاح» (ص ٣٠) و «المنهل الروي» (ص ٣٨).

(٢) آرى أنّ الأصحّ أن يقال : فات الحاكم!!

(٣) أشار إليه الذهبيُّ في «السير» (١٥٥/١٧)، واسم جزئهِ «المُستدرك على المُستدرك»، وانظر «كشف الظنون» (١٦٧٢/٢) و «الذهبي ومنهجه» (ص١٤٣) للدكتور بشّار عوّاد، ومنه قِطعة مخطوطة في المكتبة الظاهرية ـ دمشق، برقم : (مجموع: ٦٢/ ق١٤٦ ـ ١٥٠).

(٤) اختلفوا في تصحيح الحاكمِ الأحاديثَ في «المستدرك »؛ فبالغَ بعضهم ، فزعمَ أنّه لم يرَ فيهِ حديثاً على شرط الشيخين! وهذا ـ كما قال الذهبّي ـ إسرافٌ وغلوٌ، وبعضهم اعتمد تصحيحه مطلقاً! وهو تساهلٌ !! والحقُّ ما قاله الحافظ ابنُ حجر: إنما وقع للحاكم التساهلُ لأنه سوّد الكتابَ لينقّحه، فأعجلته المنية، وقد وجدت قريبَ نصفِ الجزء الثاني من تجزئةِ ستة من «المستدرك »: إلى هنا انتهى إملاءُ الحاكم. قـال: ومـا عَـدَا ذلك مـن الكتاب لا يُؤْخَذُ منه إلاّ بطريق الإجازة. =

# كتاب
# تذكرة الحفاظ

تأليف
الإمام شمس الدين محمد بن أحمد بن عثمان الذهبي
المتوفى ٧٤٨ هـ

وضع حواشيه
الشيخ زكريا عميرات

المجلد الأول

DKI
دار الكتب العلمية
أسسها محمد علي بيضون سنة 1971
بيروت - لبنان

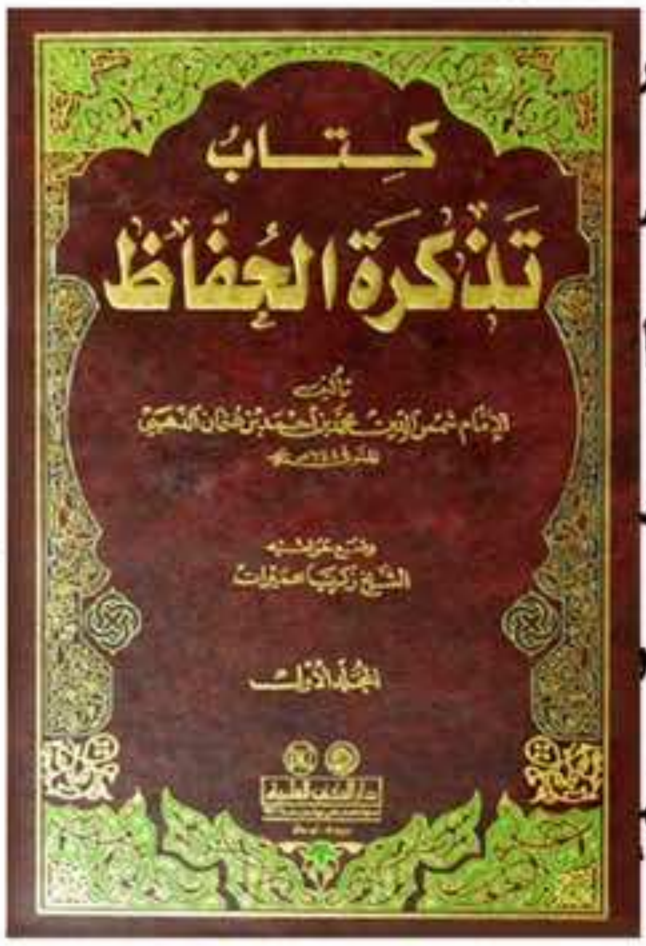


فقرأته على احمد بن هبة الله عن عبد المعز بن

انا اسحاق بن عبد الرحمن قال انا الأمير خلف بن احمد

نا خلف بن محمد بن اسماعيل نا خلف بن سليمان نا

نا خلف بن موسى العمى نا ابى عن قتادة عن انس

صلى الله عليه و آله و سلم : كل بنى آدم حسود و

الحسد من بعض و لا يضر حاسدا حسده ما لم يتكلم

هذا حديث غريب منكر

امام حاکم کے اسی تساہل کی نشاندہی امام ذہبی نے ان الفاظ میں کی ہے:

ان في المستدرک أحادیث کثیرۃ لیست علی شرط الصحۃ بل فیہ أحادیث موضوعۃ

شان المستدرک بإخراجہا فیہ (تذکرۃ الحفاظ 3/1042)

"بلاشبہ المستدرک میں بکثرت ایسی احادیث موجود ہیں جو صحیح حدیث کی شرط

کے مطابق نہیں بلکہ اس میں موضوع احادیث بھی ہیں جن کا تذکرہ مستدرک

پر ایک دھبہ ہے۔"

حديث الطير فقال: لا يصح، و لو صح لما كان احد افضل من على رضى الله عنه

بعد النبي صلى الله عليه و آله و سلم .

قلت ثم تغير رأى الحاكم و أخرج حديث الطير فى مستدركه ؛

و لا ريب ان فى المستدرك احاديث كثيرة ليست على شرط الصحة

بل فيه احاديث موضوعة شان المستدرك باخراجها فيه . و أما حديث الطير

(١) من المكية .

اس قسم کی روایات و آثار سے کتب نواصب بھری پڑی ہیں ہم نے اختصار کے سبب چند نمونوں پر خوف طوالت کے سبب اکتفا کیا ہے۔

ان روایات کے متعلق ابن حزم لکھتا ہے:

وأما قَوْله عز وَجل {لَئِن آتيتنا صَالحا لنكونن من الشَّاكِرِينَ فَلَمَّا آتاهما صَالحا جعلا لَهُ شُرَكَاء فِيمَا آتاهما} فَهَذَا تَكْفِير لآدَم عَلَيْهِ السَّلَام وَمن نسب لآدَم عَلَيْهِ السَّلَام الشّرك وَالْكفْر كفرا مُجَردا بِلَا خلاف من أحد من الْأمة وَنحن ننكر على من كفر الْمُسلمين العصاة العشارين القتالين وَالشّرط الْفَاسِقين فَكيف من كفر الْأَنْبِيَاء عَلَيْهِم السَّلَام وَهَذَا الَّذِي نسبوه إِلَى آدم عَلَيْهِ السَّلَام من أَنه سمى ابْنه عبد الْحَارِث خرافة مَوْضُوعَة مكذوبة من تأليف من لَا دين لَهُ وَلَا حَيَاء لم يَصح سندها قطّ

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے قول "اگر تو نے ہمیں صالح (اولاد) دی تو ہم ضرور شکر گزار ہونگے، پھر (جب اللہ) نے ان کو صالح

غور سے پڑھیں ابن حزم نے حضرت آدم علیہ السلام کا بھرپور دفاع کرتے ہوئے اس قسم کی روایات کو من گھڑت قرار دیا ہے، اور شیعہ رافضی اسی عبارت کو پیش کر کے اہلسنت پر الزام لگا رہا ہے ! !

(اولاد) دی تو اللہ کی دی ہوئی چیزوں میں وہ دونوں اللہ کا شریک بنانے لگے۔

اللہ سبحانہ تعالی کے قول (اس کی تفسیر) میں آدم علیہ السلام کی تکفیر ہے اور جو آدم علیہ السلام کی طرف کفر یا شرک کی نسبت دے بے شک وہ خود ہی کافر ہے بغیر کسی اختلاف کے، اور ہم انکار کرتے ہیں گنہگار، فاسق، مسلمانوں کی تکفیر کا تو بھلا کیسے انبیاء کرام علیہم السلام کی تکفیر کی جا سکتی ہے اور وہ جس نے اس بات کو منسوب کیا ہے آدم علیہ السلام کی طرف کہ آپ نے اپنے بیٹے کا نام عبد الحارث رکھا تھا اس من گھڑت خرافات کا کا تالیف کرنے والا بے دین و بے حیا ہے اس کی کوئی سند صحیح نہیں۔ 👉

## الفصل في الملل والأهواء والنحل ج 4 ص 4

شیعہ دجل اور مکر و فریب ملاحظہ فرمائیں۔ جس عبارت سے ابن حزم نے واضح الفاظ میں حق بیان کیا ہے، اسی عبارت کو بطور اعتراض پیش کیا گیا ہے۔

اوتكونا من الخالدين وقاسمهما اني لـكما لمن الناصحين فدلاهما بغرور * وقدقال عزوجل ولقدعهدنا الى آدم من قبل فنسى ولم نجد له عزما *

(قال ابو محمد )فلما نسي آدم عليه السلام عهدالله اليه فى أن ابليس عدوله احسن الظن بيمينه ( قال ابو محمد )ولاسلامة ولابراءة من القصد الى المعصية ولاابعد من الجراءة على الذنوب اعظم من حال من ظن ان احدا لايحلف حانثا وهـكذا فعل آدم عليه السلام فانه انما اكل من الشجرة التى نهاه الله عنها ناسيا بنص القرآن ومتاولا وقاصدا الى الخير لانه قدر أنه يزداد حظوة عند الله تعالى فيكون ملـكا مقربا اوخالدا فيما هوفيه أبدافأداه ذلك الى خلاف ماامره الله عزوجل به وكان الواجب ان يحمل أمر ربه عز وجل على ظاهره لـكن تاول وأراد الخير فلم يصبه ولوفعل هذا عالم من علماء المسلمين لـكان ماجورا ولكن آدم عليه السـلام لما فعله ووجد به اخراجه عن الجنة الى نكد الدنيا كان بذلك ظالما لنفسه وقد سمى الله عز وجل قاتل الخطاقاتلا كما سمى العامدوالمخطىء لم يتعمد معصية وجعل فى الخطا فى ذلك كفارة عتق رقبة اوصيام شهرين متتابعين لمن عجز عن الرقبة وهو لم يتعمد ذنبا واما قوله عز وجل * لئن آتيتنا صالحا لنكونن من الشاكرين فلما آتاهما صالحا جعلا له شركاء فيما آتاهما * فهذا تكفير لآدم عليه السلام ومن نسب لآدم عليه السلام الشرك والـكفر كفرا مجردا بلاخلاف من أحد من الامة ونحن ننكر على من كفر المسلمين العصاة العشارين القتالين والشرط الفاسقين فكيف من كفر الانبياء عليهم السلام وهذا الذى نسبوه الى آدم عليه السلام من أنه سمى ابنه عبد الحارث خرافة موضوعة مكذوبة من تاليف من لادين له ولاحياء لم يصح سندها قط وانما نزلت فى المشركين على ظاهرها وحتى لو صح أنها نزلت فى آدم وهذا لايصح ... لالما كانت فيه للمخالف حجة لانه كان يكون الشرك اوالشركاء المذكورون فى الآية حي... ى غير الشرك الذى ...

حفظه ومنا... ال يعقوب عليه السـ...

متفرقة وما أغـ... عنـكم من الله من شى...

ولما دخلوا من ... ث امرهم ابوهم ما كا...

قضاها وانه لذو ع... لما علمناه ولـكن ا...

عليه السلام امر ... ن يدخلوا من ا...

تعرض عدو اوم... ريب باجماعهم

فعله ذلك وامره ا... بما امرهم به ...

ولـكن لما كانت طبي... البشرجارية

كماقال تعالى حاكيا عن ... رسل انهم ...

النظر المخفف لحاجة ال... س ونزاعها

كان عليه السلام يحب ... فال الحسن

عوذة اوتميمة اونحو ه... فكيف و...

( الـكـ...

( قال ا... محمد ) ذكروا قو... الله عز...

الى العقل وشوق العقل الى الخير المحض الاول ولان دائرة هذا العالم جرم والجرم يشتاق الى الشىء الخارج منه ويحرص الى ان يصير اليه نيابته فلذلك يتحرك الجرم الاقصى الشريف حركة مستديرة لانه يطلب النفس من جميع النواحى لينالها فيستريح اليها ويسكن عندها وقال ليس للمبدع الاول تعالى صورة ولا حلية مثل صور الاشياء العالية ولا مثل صور الاشياء السافلة ولا قوة مثل قواها لـكنه فوق كل صورة وحلية وقوة لانه مبدعها بتوسط العقل وقال المبدع الحق ليس شيئا من الاشياء وهو جميع الاشياء لان الاشياء منه وقد صدق الافاضل الاوائل فى قولهم مالك الاشيا كلها هو الاشياء كلها اذ هو علة كونها بانه فقط وعلة شوقها اليه وهو خلاف الاشياء كلها وليس فيه شىء مما ابدعه ولا يشبه شيئا منه ولو كان ذلك لما كان علة الاشياء كلها واذا كان العقل واحدا من الاشياء فليس فيه عقل ولاصورة ولاحلية أبدع الاشياء بانه فقط وبانه يعلمها ويحفظها ويدبرها لا بصفة من الصفات ... بال...

ان

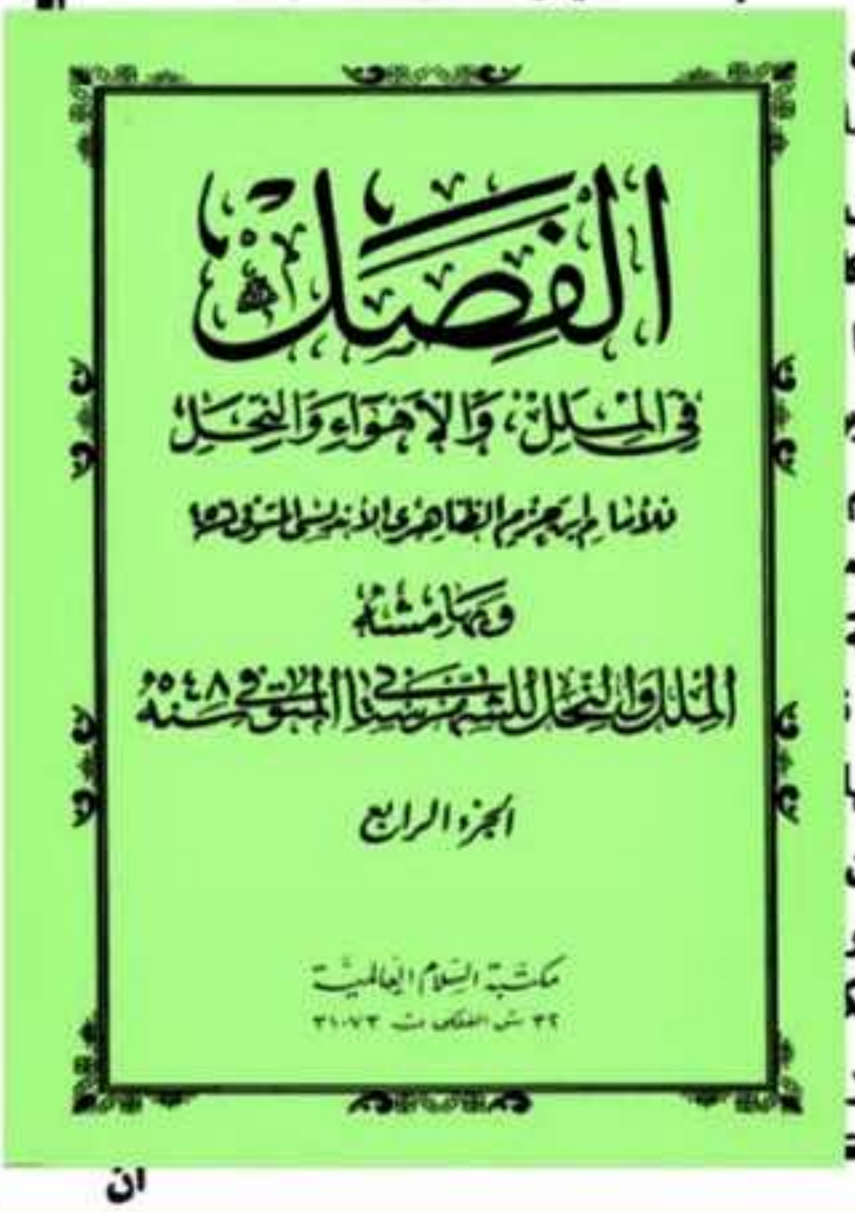


علي ناصر

علمائے اہلسنت نے اس قسم کی روایات کو کبھی بھی تسلیم نہیں کیا اور ہر جگہ حضرت آدم و حضرت حوا کے دفاع کا حق ادا کیا ہے۔

# الفصل

## في الملل والأهواء والنحل

للإمام ابن حزم الظاهري الأندلسي المتوفى ٤٥٦ هـ

وبهامشه

## الملل والنحل للشهرستاني المتوفى سنة ٥٤٨ هـ

الجزء الرابع

مكتبة السلام العالمية
٣٢ ش الفلكي ت ٣١٠٧٣

او تكونا من الخالدين وقاسمهما اني لكما لمن الناصحين فدلاهما بغرور * وقد قال عز وجل ولقد عهدنا الى آدم من قبل فنسي ولم نجد له عزما *

(قال ابو محمد ) فلما نسي آدم عليه السلام عهد الله اليه فى أن ابليس عدو له احسن الظن بيمينه ( قال ابو محمد ) ولا سلامة ولا براءة من القصد الى المعصية ولا ابعد من الجراءة على الذنوب اعظم من حال من ظن ان احدا لا يحلف حانثا وهكذا فعل آدم عليه السلام فانه انما اكل من الشجرة التى نهاه الله عنها ناسيا بنص القرآن ومتاولا وقاصدا الى الخير لانه قدر أنه يزداد حظوة عند الله تعالى فيكون ملكا مقربا اوخالدا فيما هوفيه أبدا فأداه ذلك الى خلاف ماامره الله عزوجل به وكان الواجب ان يحمل أمر ربه عز وجل على ظاهره لكن تاول وأراد الخير فلم يصبه ولو فعل هذا عالم من علماء المسلمين لكان ماجورا ولكن آدم عليه السلام لما فعله ووجد به اخراجه عن الجنة الى نكد الدنيا كان بذلك ظالما لنفسه وقد سمى الله عز وجل قاتل الخطا قاتلا كما سمى العامد والمخطىء لم يتعمد معصية وجعل فى الخطا فى ذلك كفارة عتق رقبة اوصيام شهرين متتابعين لمن عجز عن الرقبة وهو لم يتعمد ذنبا واما قوله عز وجل * لئن آتيتنا صالحا لنكونن من الشاكرين فلما آتاهما صالحا جعلا له شركاء فيما آتاهما * فهذا تكفير لآدم عليه السلام ومن نسب لآدم عليه السلام الشرك والكفر كفرا مجردا بلا خلاف من أحد من الامة ونحن ننكر على من كفر المسلمين العصاة المشارين القتالين والشرط الفاسقين فكيف من كفر الانبياء عليهم السلام وهذا الذى نسبوه الى آدم عليه السلام من أنه سمى ابنه عبد الحارث خرافة موضوعة مكذوبة من تاليف من لا دين له ولا حياء لم يصح سندها قط وانما نزلت فى المشركين على ظاهرها وحتى لو صح انها نزلت فى آدم وهذا لا يصح اصلا لما كانت فيه للمخالف حجة لانه كان يكون الشرك والشركاء المذكورون فى الآية حينئذ على غير الشرك الذى هو الكفر لكن بمعنى انهما جعلا مع توكلهما شركة من حفظه ومعناه كما قال يعقوب عليه السلام * يا بنى لا تدخلوا من باب واحد وادخلوا من ابواب متفرقة وما أغنى عنكم من الله من شىء ان الحكم الا لله عليه توكلت وعليه فليتوكل المتوكلون ولما دخلوا من حيث امرهم ابوهم ما كان يغنى عنهم من الله من شىء الا حاجة فى نفس يعقوب قضاها وانه لذو علم لما علمناه ولكن اكثر الناس لا يعلمون * فاخبرنا عز وجل ان يعقوب عليه السلام امرهم ان يدخلوا من ابواب متفرقة اشفاقا عليهم امامن اصابة العين وأما من تعرض عدو اومستريب باجماعهم او ببعض مايخوفه عليهم وهو عليه السلام معترف ان فعله ذلك وامره اياهم بما امرهم به من ذلك لا يغنى عنهم من الله شيئا يريده عز وجل بهم ولكن لما كانت طبيعة البشر جارية فى يعقوب عليه السلام وفى سائر الانبياء عليهم السلام كما قال تعالى حاكيا عن الرسل انهم قالوا * ان نحن الا بشر مثلكم * حملهم ذلك على بعض النظر المخفف لحاجة النفس ونزاعها وتوقها الى سلامة من يحب وان كان ذلك لا يغنى شيئا كما كان عليه السلام يحب الفال الحسن فكان يكون على هذا معنى الشرك والشركاء ان يكون عوذة اوتميمة اونحو هذا فكيف ولم تنزل الآية قط الا فى الكفار لا فى آدم عليه السلام

( الكلام فى نوح عليه السلام )

( قال ابو محمد ) ذكروا قول الله عز وجل لنوح * فلا تسألن ماليس لك به علم انى اعظك

ان

الى العقل وشوق العقل الى الخير المحض الاول ولان دائرة هذا العالم جرم والجرم يشتاق الى الشىء الخارج منه ويحرص الى ان يصير اليه فيما نقه فلذلك يتحرك الجرم الاقصي الشريف حركة مستديرة لانه يطلب النفس من جميع النواحى لينالها فيستريح اليها ويسكن عندها وقال ليس للمبدع الاول تعالى صورة ولا حلية مثل صور الاشياء العالية ولا مثل صور الاشياء السافلة ولا قوة مثل قواها لكنه فوق كل صورة وحلية وقوة لانه مبدعها بتوسط العقل وقال المبدع الحق ليس شيئا من الاشياء وهو جميع الاشياء لان الاشياء منه وقد صدق الافاضل الاوائل فى قولهم مالك الاشيا كلها هو الاشياء كلها اذهو علة كونها بانه فقط وعلة شوقها اليه وهو خلاف الاشياء كلها وليس فيه شىء مما ابدعه ولا يشبه شيئا منه ولو كان ذلك لما كان علة الاشياء كلها واذا كان العقل واحدا من الاشياء فليس فيه عقل ولا صورة ولا حلية أبدع الاشياء بانه فقط وبانه يعلمها ويحفظها ويدبرها لا بصفة من الصفات وانما وصفناه بالحسنات

# انا للہ وانا الیہ راجعون

پس معلوم ہوا، ناصبیوں کے اصول سے ابن عباس، سدی قتادہ، بکر بن عبد اللہ مزنی، ترمذی، ابن ابی حاتم، ابن عبد الوہاب سب کافر و بے حیا ٹھہرے۔

**اہل علم خود دیکھیں، شیعہ رافضی کس طرح لفاظی کر کے عوام الناس کو گمراہ کرتے ہیں!**

الجھا ہے پاؤں یار کا زلف دراز میں

لو آپ اپنے دام میں صیاد پھنس گیا

# اصل حقائق

حضرت ابن عباس کا قول ⟵ خبر واحد، تفسیر قوی نہیں ہے۔

سدی، قتادہ، بکر بن عبد اللہ کی روایات ⟵ اسرائیلی روایات، اہل کتاب کے آثار

ترمذی کی روایت ⟵ ضعیف ، خود امام ترمذی نے متن کو قبول نہیں کیا اور غریب کہا ہے۔

ابن ابی حاتم ⟵ سند حضرت ابن عباس کا قول ، فرد واحد کی خبر، اسرائیلی روایت۔

ابن حزم ⟵ واضح الفاظ میں اس روایت کو من گھڑت کہا ہے۔

# شیعہ رافضیوں کو قیامت تک چیلنج

## رافضیوں کے نزدیک حضرت آدم علیہ السلام کافر ھیں (العیاذ باللہ)

الحمدللہ ہم نے شیعہ رافضی کے الزامی جواب کا علمی رد پیش کردیا ہے۔ اہلسنت کے کسی عالم نے سورت الاعراف کی آیات 189-190 کی روشنی میں اس قسم کی روایات کو لیکر حضرت آدم و حوا کی طرف شرک کی نسبت بیان نہیں کی بلکہ علمائے اہلسنت نے حضرت آدم و حوا کا بھرپور دفاع کیا ہے۔

باب* (في أصول الكفر وأركانه)

1 - الحسين بن محمد، عن أحمد بن إسحاق، عن بكر بن محمد، عن أبي بصير قال: قال أبو عبد الله (عليه السلام): أصول الكفر ثلاثة: الحرص، والاستكبار، والحسد، فأما الحرص فان آدم (عليه السلام) حين نهي عن الشجرة، حمله الحرص على أن أكل منها وأما الاستكبار فإبليس حيث أمر بالسجود لآدم فأبى، وأما الحسد فابنا آدم حيث قتل أحدهما صاحبه

الكافي - الشيخ الكليني - ج ٢ - الصفحة ٢٨٩

ابو عبد اللہ علیہ السلام فرماتے ھیں

اصول کفر تین ہیں (1) حرص (2) تکبر (3) حسد

بحرحال حرص بیشک آدم علیہ السلام نے کی جب انھیں درخت سے روکا گیا تھا، حرص نے آدم علیہ السلام کو اسکے کھانے پر آمادہ کیا

اور تکبر شیطان نے کیا جب اسے آدم علیہ السلام کے سجدہ کا حکم کیا گیا۔

حسد آدم علیہ السلام کے بیٹوں (ھابیل, قابیل) نے کیا جب ایک نے دوسرے کا قتل کیا۔

(العیاذ باللہ)

ہم شیعہ رافضیوں کو چیلینج کرتے ھیں کہ وہ اصول اربعہ کی اوّل نمبر کتاب اصول کافی کی صحیح روایت میں امام معصوم کے قول کا بھی اسی طرح جواب دے۔

1 - علمائے اھل تشیع نے اس روایت کو ضعیف قرار دیا ھو یا اس روایت کو کسی بھی وجہ سے تسلیم نہ کیا ھو۔

2 - علمائے اھل تشیع نے اس روایت کی شرح میں حضرت آدم وحوا کا دفاع کیا ھو اور کفر کا مرتکب ھونے کی نفی بیان کی ھو۔

3 - علمائے اھل تشیع نے یہ بیان کیا ھو کہ حضرت آدم نے جب درخت کا پھل کھایا تو یہ حرص کفر کا اصول نہیں تھا اور حضرت آدم علیہ السلام پر کفر کا کوئی بھی اصول لاگو کرنا انبیائے کرام کی شان، عظمت و عصمت کے خلاف ہے۔

سُنی لائبریری ڈاٹ کام
دفاع اہلسنت و رد رافضیت